الفتاوی والنصوص فی بیان الضرائب والمکوس

کا پہلا مطبوعہ سلیس اور رواں اردو ترجمہ

بنام

حج وعمرہ پر ٹیکس لینا کیسا؟

تصنیف

مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتخریج

معراج علی مرکزی

حسب فرمائش

حضرت مولانا محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی صاحب

سربراہ اعلیٰ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی و مفتی اعظم ہالینڈ

ناشر

مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئی

"الفتاوى والنصوص في بيان الضرائب والمكوس"

کا پہلا مطبوعہ سلیس اور رواں اردو ترجمہ

بنام

حج وعمرہ پر ٹیکس لینا کیسا؟

تصنیف

مبلغ اسلام حضرت علامہ الشاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تخریج

معراج علی مرکزی

حسب فرمائش

حضرت مولانا محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی صاحب

سربراہ اعلی دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، و مفتی اعظم ہالینڈ

نام کتاب: الفتاوی والنصوص في بیان الضرائب والمکوس
(حج وعمرہ پر ٹیکس لینا کیسا؟)

مؤلف: مبلغ اسلام حضرت علامہ الشاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتخریج: (مولانا) معراج علی مرکزی

حسب فرمائش: شفیق ملت حضرت مولانا
مفتی محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی صاحب
سربراہ اعلی- دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

کمپوزنگ: مترجم از خود

ناشر: مبلغ اسلام ریسرچ سنٹر، ممبئی، بھارت

اشاعت اول: ۲۰۲۳ء/ ۱۴۴۵ھ

رسم اجرا: بموقع عرس علیمی، مصطفی بازار، ممبئی

تعداد: ایک ہزار (۱۰۰۰)

صفحات: ۱۲۸

ہدیہ:

فہرست

تقریظ جلیل

حضرت مولانا محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی صاحب

سربراہ اعلی - دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، ومفتیٔ اعظم ہالینڈ

سفیر اسلام، علیم الرضا، مبلغ عالم اسلام، خلیفۂ اعلی حضرت، حضرت علامہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ تاریخ دعوت وعزیمت کی اس عظیم ہستی کا نام ہے، جس نے تن تنہا پوری جماعت کا کام کیا، ہزاروں گم گشت گانِ راہ کو راہ حق دکھائی، بھٹکتے آہوؤں کو سوے حرم لے گئے، ستر ہزار سے زائد افراد کو دولت ایمان سے سرفراز کیا اور پینتیس سے زائد ممالک میں شمع اسلام فروزاں کر کے ایمان وایقان کے دیپ جلائے۔

مبلغ اسلام کی سوچ آفاقی تھی، تمام خلق خدا کو اللہ کا کنبہ سمجھتے تھے، اسی لیے جہاں کہیں بھی امت مسلمہ تکلیف میں ہوتی آپ تڑپ اٹھتے، آپ کے سینے میں ایک دردمند دل تھا، جو ملت اسلامیہ کے غم میں دھڑکتا رہتا تھا، امت مسلمہ کی خوشی آپ کی خوشی اور اس کا غم آپ کا اپنا غم ہوتا تھا۔

امت کی خیر خواہی آپ کی حیات طیبہ کا مقصود ومطلوب تھا، یہی وجہ ہے کہ ۱۳۶۵ھ میں جب سعودی حکومت نے حجاج کرام پر زائد ٹیکس نافذ کیا تو اس کے احتجاج میں سب سے پہلی آواز مبلغ اسلام ہی کی بلند ہوئی، بلاد اسلامیہ خصوصاً برصغیر ہندو پاک کے مقتدر علماے کرام ومفتیان عظام سے اس کے عدم جواز کا فتوی لیا اور اکابر اہل سنت کی تصدیق وتائید سے مزین ایک کتاب تیار کی، جس کا نام ''الفتاوی والنصوص في بیان الضرائب والمکوس'' رکھا، اس کتاب کے ذریعہ آپ نے اس ظلم کے خلاف مضبوط آواز بلند کی،

میں اس ظالمانہ ٹیکس کو ناجائز قرار دیا گیا ہے،اس کتاب میں اس وقت کے اکابر مثلاً حضور صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی ،صدرالا فاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی، محدث اعظم ہند علامہ سید محمد میاں اشرفی کچھوچھہ شریف، محدث اعظم پاکستان علامہ سرداراحمد اور علامہ حافظ عبدالرؤوف بلیاوی علیہم الرحمہ جیسے عظیم مفتیان کرام اور حسن البنامصری اور شیخ محمود حسن وغیرہ جیسے دانش وران قوم کے فتاوی وتصدیقات موجود ہیں،اس کتاب سے مبلغ اسلام کی فقہی عبقریت، استحضار مسائل اور درک فی التفقہ کا پتہ چلتا ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں تھی، میری دیرینہ خواہش تھی کہ اس کو اردو زبان میں ترجمہ کراکر شائع کروں، الحمدللہ! اب یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہورہا ہے،عزیز القدر حضرت مولانا معراج علی مرکزی نے اسے اردو زبان میں منتقل کر کے عقیدت مندان مبلغ اسلام کو ایک خوب صورت تحفہ پیش کیا ہے،جس پر جملہ خانوادۂ علیمیہ آپ کو ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہے۔

''مبلغ اسلام ریسرچ سنٹر''، ممبئ، انڈیا کے پلیٹ فارم سے اب تک متعدد علمی وتحقیقی کتابیں زیورطباعت سے آراستہ ہوچکی ہیں، یہ کتاب بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک حسین کڑی ہے،اللہ تعالی مترجم کو جزاے خیر عطا فرمائے اور ہمیں مبلغ اسلام کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے،آمین۔

محمد شفیق الرحمن مصباحی

مسجد طیبہ، امسٹرڈم، ہالینڈ

اظہارِ خیال

ڈاکٹر حامد علی علیمی صاحب (کراچی، پاکستان)

اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ خَاتَمِ النَّبِيّٖن، الَّذِيْ عَلَّمَ الْكِتَابَ، وَالْحِكْمَةَ، وَزَكَّى النُّفُوْسَ.

وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ الَّذِيْنَ اقْتَدَوْا بِهُدَاهُ، وَصَارُوْا لِلنَّاسِ الْأَئِمَّةَ وَالرُّؤُوْسَ.

وعَلٰى عُلَمَاءِ مِلَّتِهِ الَّذِيْنَ لَمَّا جَاهَدُوْا لِتَيْسِيْرِ الْحُجَّاجِ وَالْمُعْتَمِرِيْنَ وَالزَّائِرِيْنَ، فَرُفِعَتْ رُسُوْمُ الْجُمْرُكِ، وَالضَّرَآئِبُ، وَالْمَكُوْسُ، فَشَكَرَ اللهُ سَعْيَهُمْ، وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُمْ؛ لِيَشْرَبُوْا مِنْ كُؤُوْسٍ.

امابعد!

حرمین شریفین پر تغلب کے بعد آلِ سعود کے من اقداماتِ فضیحہ میں ایک حجاجِ کرام، معتمرین اور زائرینِ حرمین پر ۱۳۶۴ ہجری میں مختلف ناموں سے بھاری ٹیکسوں اور کسٹم ڈیوٹی کا عائد کرنا بھی تھا، جس کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ میں شدید تشویش کی لہر دوڑی اور انھوں نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا، عالمِ اسلام کی مقتدر اہلِ علم نے اس اقدام کی شناعت کو بیان کرتے ہوئے ٹیکس واپس لینے کا مطالبہ کیا۔

چنان چہ اسی سال (۱۳۶۴ ہجری میں) ذوالحجہ کے مہینے میں ملک عبدالعزیز بن سعود کو دنیا بھر کے پندرہ اکابرِ دین نے مبلغِ اسلام شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں خط لکھا، جو اس سال حرمین شریفین میں آئے ہوئے تھے، انھوں نے خط میں حکومت کے سامنے دس مطالبات پیش کیے، جن میں لاگو ٹیکس کو فی الفور ختم کرنا بھی تھا۔

اسی دوران مبلغِ اسلام رحمۃ اللہ علیہ ہی کی سربراہی میں ''آل انڈیا مسلم لیگ'' نے

۲۳ / ذو الحجۃ ۱۳۶۵ ہجری مطابق ۱۵ / نومبر ۱۹۴۶ء کو ملاقات کا وقت طے پایا۔

”آل انڈیا مسلم لیگ“ کی جانب سے عبادلۂ ثلاثہ (مولانا عبد العلیم صدیقی سربراہ، مولانا عبد الحامد بدایونی سیکریٹری اور مولانا عبد الطیب رُکن رحمۃ اللہ علیہم) پر مشتمل ایک وفد ملاقات کے لیے حجازِ مقدس روانہ ہوا، کئی نشستوں پر مشتمل مذاکرات ہوئے، جن میں ملک عبد العزیز سمیت علاوہ اُمورِ مملکت کے دیگر وزرا بھی شامل تھے، ان نشستوں میں وفد کے ارکان نے حجاجِ کرام اور زائرینِ حرمین شریفین پر ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی اور دیگر انتظامی اُمور پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا اور ان مسائل کو جلد از جلد حل کرنے کی گزارش کی، جس کے جواب میں ملک عبد العزیز نے علی الاعلان رئیس الوفد سے کہا:

”كُلُّ مَا ذَكَرْتُمُوْهُ حَقٌّ، وَمَا اقْتَرَحْتُمُوْهُ صَوَابٌ، فَالضَّرَائِبُ بَلْ وَرُسُوْمُ الْجَمْرَكِ حَرَامٌ، وأَقُوْلُ: ”وَاللهِ، وَبِاللهِ، وَتَاللهِ، بِأَنَّهَا حَرَامٌ، حَرَامٌ، حَرَامٌ...إلخ“. [البیان، ص:۲۸، دار الطباعة والنشر الإسلامية]

یعنی: ”جو کچھ آپ حضرات نے ذکر کیا ہے، وہ حق ہے اور جن تحفظات کا اظہار کیا ہے، وہ درست ہیں، پس یہ ٹیکس بل کہ چنگی (کسٹم ڈیوٹی) لینا بھی حرام ہیں اور میں بالتاکید اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ: یہ حرام ہیں، حرام ہیں، حرام ہیں“۔

مولانا محمد عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمۃ ”البیان“ کے آخر میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: ”ہم اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمانوں کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا اور حجت تمام کر دی اور ہمارا کام تو پیغام پہنچانا ہی ہے، آج تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہماری آواز کے ساتھ اپنی آواز ملائیں، کُھلے عام احتجاج کریں اور حج کی ادائیگی کے دوران مسلمانوں کو پیش آنے والی مشکلات اور انتظامی کوتاہی کو دور کرانے کے بارے میں غور و فکر کریں، تاکہ ہم اُن لوگوں میں سے ہو جائیں، جنھوں نے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلّم کے اس فرمان پر عمل کیا: ”تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو زبان سے

صدیقی حجازِ مقدس سے قاہرہ (مصر) روانہ ہوئے اور غالباً وہیں اپنے دعوے کے حق میں عربی زبان میں ایک مجموعۂ دلائل مرتب کیا، جس کا نام ''الفتاوی والنصوص في بيان الضرائب والمكوس'' تجویز کیا۔

جس میں مذاہبِ اربعہ کے علاوہ فقہِ جعفریہ کی کُتب سے ٹیکس لینے کی حرمت پر نصوص کو جمع فرمایا اور پھر مختلف علماے کرام و مشائخِ عظام کے فتاویٰ اور تصدیقات سے اس کو مبرہن و مؤیّد کیا۔

اسی مجموعۂ دلائل کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کام کو فاضل نوجوان مولانا معراج علی مرکزی حفظہ اللہ نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے، اُمید واثق کہ یہ علمی کام نفعِ عام کا سبب ہوگا اور علماے اہل سنت کی سنہری کاوشوں کو منصۂ شہود پر لانے اور اُن کے فروغ میں ایک اہم ماخذ ثابت ہوگا۔

اسی مجموعۂ دلائل پر اکیڈمک سطح پر سندھ یونی ورسٹی جامشورو (سندھ، پاکستان) سے مفتی حافظ نجم الدین بھٹو دام مجدہ نے راقم کی ترغیب پر ایم۔فل کی سند کے لیے کام کیا ہے، جس کا عنوان تھا ''مولانا عبد العلیم صدیقی کی کتاب ''الفتاوی والنصوص في بيان الضرائب والمكوس'' کا اردو ترجمہ، تحقیق وتخریج اور تاریخی پس منظر''۔

الحمد للہ! گزشتہ سال (2022ء) میں یہ کام مکمل ہوا اور محقق سند سے نوازے گئے، یہ کام بھی نہایت اہم اور لائقِ تحسین ہے، اللہ تعالیٰ علماے اہلِ سنت کی علمی کاوشوں کے فروغ میں کیے گئے ان دونوں کاموں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، راقم السطور مفتی اعجاز بشیر دام ظلہ (کراچی) کا ممنون و متشکر ہے کہ جن کے توسط سے اس ترجمہ کے لیے چند سطور لکھنے کا موقع ہاتھ آیا۔

اللہ تعالیٰ مؤلف، مؤیدین، مترجم، محرک، ناشر، قارئین اور راقم پر اپنی رحمتوں اور بھلائیوں کا نزول جاری رکھے، سب کو دارین کی بھلائیاں عطا فرمائے اور دینِ متین کے لیے کی گئی کاوشوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

عرضِ مترجم

اس خاک دانِ گیتی اور نگار خانۂ قدرت میں بہت سی پاکیزہ ہستیاں وجود میں آئیں، جنھوں نے دینِ اسلام کا ابدی وسرمدی پیغام اکنافِ عالم میں پہنچایا، اسلام کے خلاف اٹھنے والے باطل نظریہ کی بیخ کنی کی اور صراطِ مستقیم کی رہ نمائی فرمائی، انھیں نفوس قدسیہ میں ایک نام عالمِ ربانی، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مبلغ اسلام علامہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، جن کے علمی مقام کا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس انداز میں ذکر فرمایا ہے۔

عبد علیم کے علم کو سُن کر
جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

ولادت باسعادت وتعارف:

مبلغ اسلام علامہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۳/۱ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۵/ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کو محلہ مشائخاں شہر میرٹھ، یوپی، میں ہوئی، آپ کے والد ماجد مولانا عبد الحکیم صاحب ایک سچے عاشق رسول، جلیل القدر عالم دین، عابد وزاہد اور درویش صفت انسان تھے، ساتھ ہی ساتھ آپ بلند پایہ شاعر بھی تھے، آپ کا شجرۂ نسب امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے، اسی نسبت سے آپ کو ''صدیقی'' کہا جاتا ہے۔

آپ کے القابات میں ''مبلغ اسلام''، ''سفیرِ اسلام''، ''علیم الرضا'' اور ''عدیم النظیر مقرر'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے صرف چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید ختم کرلیا تھا، ابتدائی کتب

سے میٹرک (Matric)، ''ڈویژنل کالج میرٹھ'' سے بی اے (B.A)، ''الٰہ آباد یونیورسٹی'' سے ایل ایل بی (L.L.B.) اور اَلسِنہ شرقیہ (ORIENTAL LANGUAGES) کی سند ''پنجاب یونیورسٹی'' سے حاصل کی۔

آپ کے چند اساتذۂ کرام کے نام یہ ہیں:

[۱] مولانا عبدالحکیم صدیقی (والد ماجد)

[۲] امامِ اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی

[۳] مولانا احمد مختار صدیقی (برادرِ اکبر)

[۴] مولانا عبدالباری فرنگی محلی

[۵] شیخ احمد مراکشی مدنی

[٦] شیخ سنوسی رحمۃ اللہ علیہم۔

مختلف زبانوں پر عبور:

مبلغ اسلام کو عربی، فارسی، اردو، ہندی، انگریزی، جاپانی، انڈونیشی، چینی، ملائی، فرانسیسی اور جرمن وغیرہ زبانوں پر عبور حاصل تھا، جب آپ ان زبانوں میں گفت گو فرماتے تو اہلِ زبان بھی حیران رہ جاتے تھے۔

وصالِ پرملال:

آپ کا وصالِ پرملال ۲۳/ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲/اگست ۱۹۵۴ء کو گنبد خضرا کے سائے میں ''باب السلام'' پر ہوا، آپ کی نماز جنازہ قطبِ مدینہ علامہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور تدفین جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں ہوئی۔

تصنیفات وتالیفات:

مبلغ اسلام نے مختلف زبانوں میں یادگار اور علمی تصانیف چھوڑی ہیں، ان میں

[3]How to Face Communism

[4]Woman and their status in Islam

[5]The Forgotten Path of Knowledge

[6]The Codification of Islamic Law

[7]How to Preach Islam

[8]The Mirror

اردو وعربی تالیفات میں سے چند کے نام یہ ہیں:

[۱] احکام رمضان [۲] بہارِ شباب [۳] ذکرِ حبیب [۴] کتابِ التصوف [۵] مرزائی حقیقت کا اظہار [٦] الفتاوی والنصوص في بیان الضرائب والمكوس (اسی کتاب کا ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے)، [۷] البیان لما جری بین جلالة الملك عبد العزیز بن عبد الرحمن الفیصل آل سعود ملك المملكة العربية السعودية وبين كبار العلماء الأعلام وزعماء الإسلام من حجاج بيت الله الحرام، [۸] الجبل الثانوي علی كلية التهانوي۔

”الفتاوی والنصوص في بیان الضرائب والمكوس“ کا سبب تالیف:

سن ۱۳٦۵ھ میں سعودی حکومت کی جانب سے حجاج کرام اور معتمرین پر اضافی ٹیکس عائد کردیا گیا، جس سے حجاج کرام کے درمیان ایک بے چینی پھیل گئی، اس وقت مبلغ اسلام نے پوری دنیا کے جید علمائے کرام سے اس ٹیکس کے عدم جواز کے متعلق فتاوی حاصل کیے اور اسے کتابی شکل میں ”الفتاوی والنصوص في بیان الضرائب والمكوس“ کے نام سے شائع کیا، بالآخر آپ کے جہد مسلسل وسعی پیہم سے یہ ٹیکس منسوخ کردیا گیا۔

فتوی دینے اور تصدیق کرنے والوں میں شامل چند اکابر علما کے نام درج ذیل ہیں:

[۱] صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی، [۲] صدر الشریعہ علامہ امجد علی

ازہری، [۸] مفتی اعظم ہند شاہ مصطفی رضا خان قادری، [۹] صاحبِ صحیح البہاری، ملک العلما، علامہ ظفر الدین قادری رضوی، [۱۰] علامہ عبدالحامد بدایونی، [۱۱] محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد فیصل آبادی، [۱۲] علامہ غلام جیلانی اعظمی، [۱۳] استاذ العلما علامہ عبدالرؤف بلیاوی، [۱۴] قائدِ اہل سنت شاہ احمد نورانی صدیقی، [۱۵] شیخ سلیمان داؤد حنفی (جامعہ ازہر، مصر)، [۱۶] شیخ علی حسن بولاقی شافعی (جامعہ ازہر، مصر)، [۱۷] شیخ عبدالسمیع مالکی (جامعہ ازہر، مصر)، [۱۸] شیخ محمد مصیلی حنبلی (جامعہ ازہر، مصر)، [۱۹] شیخ حسن البناء (اخوان المسلمین، مصر)، [۲۰] شیخ محمود حسن ربیع (جامعہ ازہر، مصر)۔

چوں کہ یہ کتاب عربی زبان میں تھی، جس کی وجہ سے اردوداں طبقہ اس کی افادیت سے لاعلم تھا، ناچیز حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی صاحب (سربراہ اعلی-دار العلوم علیمیہ، جمداشاہی، ومفتیٔ اعظم-ہالینڈ) کا شکرگزار ہے، جنھوں نے اس کتاب کے ترجمہ کے لیے اس کم مایہ کا انتخاب فرمایا اور ساتھ ہی اس کی اشاعت کی ذمہ داری بھی قبول فرمائی، اللہ رب العزت حضرت کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا، یہ کتنا مشکل اور دشوار مرحلہ ہے، اس کا اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے، جس نے اس سنگ لاخ وادی کو عبور کیا ہو، ناچیز نے اپنی جانب سے مکمل کوشش کی ہے کہ ترجمہ سہل اور سلیس ہو، اس کوشش میں میں کتنا کام یاب ہوا ہوں، اس کا فیصلہ قارئین کریں گے۔

بڑی ہی ناسپاسی ہوگی اگر میں مولانا عبداللہ مصباحی اور مولانا ابوالفواد توحید احمد طرابلسی صاحبان کا شکریہ ادا نہ کروں، جنھوں نے اس کارِ خیر میں میری معاونت فرمائی، اللہ رب العزت ان تمام حضرات کو اپنی شانِ کریمی کے مطابق جزائے خیر سے نوازے، رخصت ہوتے ہوئے قارئین سے گزارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی شرعی گرفت نظر آئے تو ازراہِ اصلاح آگاہ فرمائیں، تاکہ آئندہ اڈیشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

تمہید

عالم نبیل، فاضل جلیل
شیخ محمود حسن ربیع ازہری

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے، جس نے دین نہ سیکھنے پر دردناک سزا اور دین کے مٹے ہوئے آثار کو زندہ کرنے پر عظیم ثواب کا وعدہ فرمایا اور درود وسلام نازل ہو اس عظیم ہستی پر، جس نے بدعتوں سے بچنے کا حکم دیا اور نئی ایجاد ہونے والی چیزوں سے منع فرمایا اور آپ کی آل واصحاب پر، جنھوں نے مضبوط تر ذریعہ کو اختیار فرمایا۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

مجھے علماے اہل سنت واہل تشیع کے فتاوی کی اطلاع ہوئی اور اس مقدمے کی، جو استفتا اور فتاوی کے سبب کے بیان پر مشتمل ہے، یہ سب فتوے جو فی الحال حجاج کرام وزائرین بیت اللہ الحرام ومسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ٹیکس مقرر کیا گیا ہے اس سے متعلق ہیں، میں نے سوچا کہ میں بطور تمہید چند باتیں پیش کردوں، جس سے ہمارا مقصد رضاے الٰہی ہے، اس امید پر کہ ہم اپنے فریضہ سے سبک دوش ہو جائیں اور اللہ رب العزت نے وارثین انبیا پر جو تبلیغ دین اور علم نہ چھپانے کو واجب کیا ہے، اسے بجالائیں، اللہ رب العزت سے سوال کرتے ہوئے کہ وہ ارباب حکومت کو کان لگا کر بات سننے والا اور اس کی بہتر بات کی پیروی کرنے والا کردے، تاکہ وہ بات کو خلاف ظاہر پر محمول نہ کریں، کیوں کہ اہلِ اسلام میں تفرقہ بازی انتہا کو پہنچ چکی ہے، اس کی وجہ سے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہوا، ان کی طاقت وقوت کم زور ہوئی اور غیروں کو ان کی طرف للچائی نظروں سے دیکھنے کا موقع ملا، آج وہ اپنے انجام بد اور سوے عاقبت کا شکار ہو چکے ہیں، پس انھیں اتحاد کے داعی نے آواز دی

ان سب کے باوجود ہم شاہ جزیرہ ملک ابن سعود کے ہاتھوں ظاہر ہونے والے امن عام اور سایۂ دراز کا انکار نہیں کرتے، یہ تو لوگوں کے مابین ہمارے لیے باعث فخر ہے، جب ہم حجاز کے گزشتہ حالات اور حاجیوں کو درپیش تکلیفوں اور پریشانیوں کا موازنہ کرتے ہیں کہ وہاں جانے والے کے حق میں کہا جاتا تھا:

"إِنَّ الذَّاهِبَ إِلَيْهِ مَفْقُوْدٌ، وَالْعَائِدُ مَوْلُوْدٌ".

ترجمہ: "اس کی طرف جانے والا مفقود ہے اور وہاں سے لوٹ کر آنے والا نوزائیدہ کی طرح ہے"۔

اور اب امن وامان کے سائے میں جان ومال کے تعلق سے جو اطمینان وسعادت حاصل ہے، اس پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں دونوں حالتوں میں انتہائی واضح فرق محسوس ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جو باتیں ہم حکومت حجاز کے لیے تحریر کر رہے ہیں، اس سے ہمارا مقصد خیر خواہی ہے اور احکام دینیہ کا اظہار کرنا ہے، دنیا میں اس کی مخالفت کی سزاؤں سے بچانے کے لیے، اس لیے کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَى دُوْنَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾. [پارہ ۲۱، سورۃ السجدۃ، آیت: ۲۱]

ترجمہ: "اور ضرور ہم انھیں بڑے عذاب سے پہلے قریب کا عذاب چکھائیں گے، امید ہے کہ یہ لوگ باز آجائیں گے"۔

اور آخرت کے متعلق فرمان باری تعالی ہے:

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيْدًا﴾. [پارہ ۳، سورۃ آل عمران، آیت: ۳۰]

ترجمہ: "جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے اور برے اعمال اپنے سامنے موجود

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُوْنَ﴾. [پارہ۱۹،سورۃ الشعراء، آیت:۸۸]

ترجمہ:''جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے''۔

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيْهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيْهِ﴾. [پارہ ۳۰،سورۃ عبس، آیت: ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷]

ترجمہ:''جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے، ان میں سے ہر شخص کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی، جو اسے (دوسروں سے) بے پروا کردے گی''۔

عربی بادشاہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ دین کی بلندئ شان کے لیے کام کرنے اور دین کو روشن کرنے والوں میں سے ہوں گے، وہ جانتے ہیں کہ لوگوں کے لیے ظاہر کردہ سب سے بہترین طریقہ دین متین ہی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ حاملینِ شرع برئ الذمہ ہونے اور احکامِ دینیہ کی توضیح کے لیے فتاوی تحریر کرتے ہیں، اس لیے کہ جب لوگوں کی جانب سے بدعتیں ایجاد کرکے اللہ کے دین کی نشانیوں کو مٹا دیا جائے، اس وقت احکام دینیہ کا بیان کرنا واجب ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهُ﴾. [پارہ ۴،سورۃ آل عمران، آیت:۱۸۷]

ترجمہ:''اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا، ان سے جنھیں کتاب عطا ہوئی، کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کردینا اور نہ چھپانا''۔

اور دینی خیر خواہی ہماری گردنوں پر لازم ہے، جس کی ادائیگی اربابِ حکومت کے لیے واجب ہے، تاکہ ہدایت کی راہ گم راہی سے خوب جدا ہوجائے اور احکامِ خداوندی کی مخالفت اور راہِ ہدایت کو چھوڑنے والے پر کامل برہانِ الہی ہو۔

چیزیں انھیں دنیا وآخرت میں فائدہ پہنچائیں اور دائمی خیرات وبرکات کا سبب ہوں، فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾.

[پارہ ٦، سورۃ المائدۃ، آیت: ٢]

ترجمہ: ’’نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو‘‘۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

’’الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ، وَكِتَابِهِ، وَأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَعَامَّتِهِمْ‘‘. [١]

ترجمہ: ’’دین خیر خواہی کا نام ہے، اللہ کے لیے، اللہ کی کتاب کے لیے، ائمۂ مسلمین کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے‘‘۔

ائمہ اور بادشاہوں کی خیر خواہی یہی ہے کہ جب وہ خلافِ قواعدِ اسلام کوئی حکم جاری کریں تو ہم انھیں ان احکام سے روکیں، اللہ تعالی نے رعایا پر شفقت کرنے اور ان سے تکلیف کا ازالہ کرنے کو واجب کیا ہے، چناں چہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾. [پارہ ١٤، سورۃ الحجر، آیت: ٨٨]

ترجمہ: ’’اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پَروں میں لے لو‘‘۔

اور حدیث پاک میں ہے:

’’لَا ضَرَرَ، وَلَا ضِرَارَ‘‘. [٢]

ترجمہ: ’’نہ ضرر رسانی کرو اور نہ ضرر اٹھاؤ‘‘۔

نیز حدیث پاک میں ہے:

’’اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ، وَمَنْ شَقَّ

عَلَيۡهِمۡ، فَاشۡقُقۡ عَلَيۡهِ".[۱]

ترجمہ: ''اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے، پھر وہ ان کے ساتھ نرمی کرے، تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما اور جو ان پر سختی کرے، تو تو بھی اس پر سختی فرما''۔

آج مسلم بادشاہوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے دین سے محبت کرتے اور اس کی اعانت کے کام کرتے ہیں، لھذا وہ اللہ کی نعمت کے شکر اور مزید کرم کے زیادہ حق دار ہیں، نیز وہ جانتے ہیں کہ حاکم سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی۔

اگر شاہِ حجاز کو مسلمانوں کو لاحق ہونے والے آلام کا علم ہو جائے اور جس تکالیف ومتاعب سے انھیں گزرنا پڑتا ہے، جب انھیں مبارک شعائر اور مقدس مقامات سے جن کی طرف ان کے دل مائل اور ان کی روحیں شعلہ کی مانند پرواز کرتی ہیں، ان کی تنگ دستی کی وجہ سے انھیں روک دیا جاتا ہے، کیوں کہ حد استطاعت سے زیادہ زادِراہ اور سفر میں اضافہ ہو گیا ہے، تو وہ ضرور ان پر شفقت ونرمی کرتے اور ان پر عائد کردہ ٹیکس منقطع کر دیتے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان ان کے لیے کثرت سے دعائیں ہوتیں، ان کی سلطنت میں برکتوں کا ظہور ہوتا اور اللہ تعالی خیرات کے چشموں کی برسات کر دیتا۔

مزید یہ ایک نیک طریقہ کو زندہ کرنا ہوتا، جس کا اجر انھیں ملتا اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اور بدعت سیئہ کا خاتمہ ہوتا۔

آپ پر لازم ہے کہ آپ بدعت سیئہ کے انجام سے بچیں، جس دن رسول بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے:

﴿يَا رَبِّ إِنَّ قَوۡمِي اتَّخَذُوا هَذَا الۡقُرۡآنَ مَهۡجُورًا﴾. [پارہ ۱۹، سورۃ الفرقان، آیت: ۳۰]

ترجمہ: ''اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا''۔

اللہ اور رسول کی طرف بلائیں تو ان کی پکار پر لبیک کہا جائے اور ان کی اطاعت میں سر جھکایا جائے، کیوں کہ ان کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت ہے:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾. [پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت: ۸۰]

ترجمہ: ''جس نے رسول کا حکم مانا، بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا''۔

اگرچہ کبھی وہ ایسا حکم دیں، جو خواہش ومنشا کے خلاف ہو، پس کمال ایمان کے لیے ضروری ہے کہ اسے قبول کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ''. [۱]

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوسکتا، حتی کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع ہو جائے''۔

اور کوئی بندہ مومن نہیں ہوسکتا ہے، جب تک کہ اوامر الہی کی بجا آوری، اس کے مکلف کردہ کی اتباع اور اس کے احکام قبول کرنے میں عجلت نہ کرے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾. [پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت: ۶۵]

ترجمہ: ''تو اے حبیب! تمھارے رب کی قسم! یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے، جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمھیں حاکم نہ بنالیں اور پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں''۔

اس لیے کہ فرماں برداری ایمان کے ثبوت کے لیے ضروری ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا دُعُوْا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾. [پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۵۱]

بلائے جائیں، تاکہ رسول ان میں فیصلہ فرمائیں، تو عرض کریں: ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے''۔

عن قریب کم زور لوگ اور کیچڑ میں شکار بازی کو پسند کرنے والے اور کتاب سے دنیاوی فائدہ اٹھانے والے اپنے دین سے جاہل لوگ کہیں گے: ''کیا معاملہ ہے ان لوگوں کا، جو اس بوجھ کو ایسے وقت میں اٹھاتے ہیں، جس میں ہمیں الفت ومحبت، اخوت و بھائی چارگی اور مسلمانوں میں فتنہ انگیزی سے باز رہنے کی ضرورت ہے''۔

بل کہ اس سے بھی بڑھ کر کہیں گے: ''کیا معاملہ ہے ان لوگوں کا، جو ایسے امر سے روکتے ہیں، جس کے بغیر اسلامی سلطنت قائم نہیں ہوسکتی اور یہی اس کی اصل جان ہے، بل کہ اس کی ایسی بنیاد ہے، جو اس کے ستونوں کو گرنے سے محفوظ رکھنے والی ہے''۔

بل کہ وہ ہم پر خیانت کی تہمت لگائیں گے اور اس بات کی کہ ہم ایسے مقاصد کا دفاع کر رہے ہیں، جس کا خیال شیطان نے دلایا ہے، اللہ جانتا ہے کہ ہم ان سب سے بری ہیں اور معاملہ خالص نصیحت اور کامل وعظ وارشاد سے متجاوز نہیں، تاکہ ہمیں ایسی لعنت نہ پہنچے جو ہمارے غیروں کو پہنچی، جب خواص نے عوام کے ارتکابِ جرم پر خاموشی اختیار کی:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾. [پارہ ۶، سورۃ المائدۃ، آیت: ۷۸، ۷۹]

ترجمہ: ''لعنت کیے گئے وہ جنھوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسی بن مریم کی زبان پر، یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا جو بری بات کرتے، آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے، ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے''۔

ارباب حل وعقد پر واجب ہے کہ وہ ان ظالم، گم راہ اور گم راہ گروں کی گرفت کریں، تاکہ اللہ ہی کا بول بالا ہو۔

”بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيْبًا، وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ، فَطُوْبَى لِلْغُرَبَاءِ“۔[۱]

ترجمہ: ”اسلام کا آغاز اجنبی حالت میں ہوا اور عن قریب پھر اجنبی ہو جائے گا، جس طرح شروع ہوا تھا، تو (ایسے وقت میں اس پر قائم رہنے والے) اجنبیوں (غرباء) کے لیے خوش خبری ہے“۔

اللہ رب العزت کتبِ حدیث کے اولین شارح امام بستی خطابی پر رحم فرمائے، آپ فرماتے ہیں ۔

وَإِنِّي غَرِيْبٌ بَيْنَ بُسْتٍ وَأَهْلِهَا وَإِنْ كَانَ فِيْهَا أُسْرَتِي وَبِهَا أَهْلِي

وَمَا غُرْبَةُ الْإِنْسَانِ فِي شُقَّةِ النَّوَى وَلَكِنَّهَا وَاللَّهِ فِيْ عَدَمِ الشَّكْلِ

ترجمہ: ”بے شک میں ”بست“ اور بست والوں کے درمیان مسافر ہوں، اگرچہ ”بست“ میں میرا خاندان اور اس میں میرے اہل وعیال ہیں۔

انسان کی مسافرت واجنبیت ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونے میں نہیں، بل کہ بخدا انسان کے خوب رو نہ ہونے میں ہے“۔[۲]

ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روشن وتاب ناک بازوؤں والے، غریب الوطن، صحابۂ سابقین اولین کے اس رویے میں بہترین نمونہ ہے، جسے وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ برتا کرتے تھے، چنان چہ اللہ تعالی نے ان کی حکایت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوا يَضْحَكُوْنَ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِيْنَ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّوْنَ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِيْنَ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ﴾. [پارہ ۳۰، سورۃ المطففین، آیت: ۲۹ تا ۳۵]

(۱) صحیح مسلم: ص: ۷۷، کتاب الایمان، باب بیان أن الاسلام بدأ غریبًا وسیعود

ترجمہ: ’’بے شک مجرم لوگ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو یہ آپس میں (ان پر) آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور جب یہ کافر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو خوش ہو کر لوٹتے اور جب مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے: بے شک یہ لوگ بھکے ہوئے ہیں، حالاں کہ ان کافروں کو مسلمانوں پر نگہ بان بنا کر نہیں بھیجا گیا، تو آج ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے، تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے‘‘۔

اور علما کے لیے اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین نمونہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش خبری دینے، ڈر سنانے، اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور چمکا دینے والے آفتاب بن کر تشریف لائے، مگر کفار نے آپ کی نیکی کی برائی سے مخالفت کی، آپ کے درست چہرے کو جھوٹ سے بدل دیا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریعت میں ہر طرح سے ان کی مخالفت کی، تو انھوں نے آپ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے آپ پر جھوٹ اور گم راہی کا الزام لگایا، حالاں کہ آپ ایسے صادق و مصدوق قرار دیے جا چکے تھے، جن پر کبھی جھوٹ کا گزر نہیں ہوا، مگر یہ ظالمانہ انکار اور سفاک جہالت تھی، فرمان باری تعالی ہے:

﴿فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾. [پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت: ۳۳]

ترجمہ: ’’تو وہ تمھیں نہیں جھٹلاتے ہیں، بل کہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں‘‘۔

مزید یہ کہ دین سے جاہل رہنے اور دینی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بن گئے:

’’مَنْ جَهِلَ شَيْئًا عَادَاهُ‘‘.

ترجمہ: ’’جو جس چیز سے جاہل ہو وہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے‘‘۔

پھر انھوں نے حق کی طرف حضور کی ہر پکار کا انکار کیا، کیوں کہ وہ باطل پر حد سے

امام عبد الرزاق نے اپنی کتاب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بسند موقوف روایت کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

"كَيْفَ بِكُمْ إِذَا لَبِسَتْكُمْ فِتْنَةٌ، يَرْبُو فِيْهَا الصَّغِيْرُ، وَيَهْرَمُ فِيْهَا الْكَبِيْرُ، تَتَّخِذُ سُنَّةً، فَإِنْ غُيِّرَتْ يَوْماً، قِيْلَ هٰذَا مُنْكَرٌ".

وَقِيْلَ: "مَتَى ذٰلِكَ؟"

قَالَ: "إِذَا قَلَّتْ أُمَنَاؤُكُمْ، وَكَثُرَتْ أَمْوَالُكُمْ، وَقَلَّتْ فُقَهَاؤُكُمْ، وَكَثُرَتْ قُرَّاؤُكُمْ، وَتَفَقَّه لِغَيْرِ الدِّيْنِ، وَالْتُمِسَتِ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ". [1]

ترجمہ: "اس وقت تمھاری کیا کیفیت ہوگی، جب تمھیں فتنہ لاحق ہوجائے گا، اسی میں بچوں کی پرورش ہوگی اور اسی میں جوان بوڑھا ہوگا، لوگ اسے سنت بنالیں گے، جب اس میں کسی روز تبدیلی کی جائے گی، تو کہا جائے گا کہ یہ منکر ہے"۔

پوچھا گیا: "یہ وقت کب آئے گا؟

فرمایا: "جب تم میں امین لوگ کم رہ جائیں اور تمھارا مال بہت زیادہ ہوجائے، تمھارے یہاں قرا کی کثرت ہوجائے، غیر دین کے لیے تفقہ حاصل کیا جائے اور آخرت کے عمل کے بدلے دنیا تلاش کی جائے"۔

جان لیجیے کہ علمائے کرام نے جب دیکھا کہ خاص وعام کے مابین یہ بات مشہور ہے کہ ملک ابن سعود دینی معاملات میں متفکر ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کے احترام کی دعوت دیتے ہیں۔

ایسی صورت حال میں علمائے کرام کے لیے مناسب ہے کہ ان کے سامنے ان کی مملکت میں کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف صالحین کے اجماع کے خلاف مشاہدہ کردہ عمل کو بیان کردیں، اس لیے کہ بادشاہ ان لوگوں میں سے ہونا پسند کرتے ہیں، جو بات سنتے ہیں، پھر سب سے بہتر کی اتباع کرتے ہیں، وہ ناپسند کرتے ہیں کہ وہ ان لوگوں میں

ہوجاتی ہے، بل کہ اِن کے متعلق معروف ہے کہ جب اِن سے کوئی شریعت پر عمل کرنے کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ اس کا حکم دیتے ہیں اور اس کی مخالفت نہیں کرتے ہیں۔

بہر حال ہم اللہ تعالی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرامین پر پختہ یقین رکھتے ہیں، فرمان خداوندی ہے:

﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾. [پارہ ۲۰، سورۃ القصص، آیت: ۸۳]

ترجمہ: ''اچھا انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے''۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾. [پارہ ۲۱، سورۃ الروم، آیت: ۴۷]

ترجمہ: ''اور مسلمانوں کی مدد کرنا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے''۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾. [پارہ ۲۲، سورۃ فاطر، آیت: ۴۳]

ترجمہ: ''اور برا مکروفریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے''۔

فرمان نبوی ہے:

''لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ''. [۱]

ترجمہ: ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، جو شخص انھیں رسوا کرنا چاہے گا، وہ انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا''۔

جیسا کہ ہم نے کہا کہ اس کے پیچھے ہمارا مقصد صرف نصرتِ دینِ خداوندی ہے، ایسے وقت میں جب کہ مسلمان اپنی پیٹھ کے اوپر سے سستی کا غبار جھاڑنے کے لیے اٹھیں اور غاصبوں کو نکال باہر کرنے اور سامراجیوں (ظالموں) سے چھٹکارا پانے کے لیے ان کے ذہن کشادہ ہوں، اللہ کی مدد اس کے دین ہی کی طرف رجوع اور شریعت کی تعظیم کرنے سے ہی

﴿وَلَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۴۰]

ترجمہ: ''بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا''۔

امام نووی نے ملک ظاہر کو دیباچہ کے بعد لکھا، جب انھوں نے ملک شام میں مسلمانوں سے جہاد کے نام پر مال لینے کا ارادہ کیا تھا، جسے امام نووی و دیگر علما نے حرام ٹیکس قرار دیا، آپ نے لکھا:

''لیکن جہاد فرض کفایہ ہے، لھذا اگر سلطان اس کے لیے خاص سپاہیوں کی تقرری کرے اور انھیں بیت المال سے متعین مقدار میں روزی روٹی دے، جیسا کہ آج کل ہوتا ہے، تو باقی رعایا اپنے مفادات، سلطان اور لشکر وغیرہ کے مصالح یعنی کھیتی باڑی اور دیگر صنعتی کاموں کے لیے فارغ ہو جائے گی جن کی حاجت تمام انسانوں کو پیش آتی ہے، تو فوجیوں کا جہاد ان کے لیے مقرر کردہ وظیفے کے بدلے میں ہے۔

لھذا جب تک بیت المال میں کسی قسم کی نقدی، ساز و سامان یا قابلِ فروخت زمین و جائیداد وغیرہ موجود ہے رعایا سے کچھ بھی نہیں لیا جائے گا اور سلطان کی سرزمین میں یہ علما (خدا اس کے حامیوں کو برکت دے) اتنی بات پر متفق ہیں اور بیت المال الحمد للہ بھرا ہوا ہے، اللہ تعالی اسے کشادہ اور آباد رکھے، اس میں خیر و برکت کا نزول فرمائے اور سلطان کی زندگی کو سعادت و خوش بختی، توفیق و درستی اور دشمنانِ دین پر فتح و غلبہ سے مشرف فرمائے:

﴿وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ﴾. [پارہ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۱۰]

ترجمہ: ''اور فتح اللہ ہی کی طرف سے ہے''۔

جہاد اور دوسرے کاموں میں اللہ تعالی کی طرف لو لگا کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر اور شریعت کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے مدد مانگی جاتی ہے۔

یہاں تک لکھا کہ: ''سلطان کا ہر خیر خواہ اس بات سے متفق ہے، جو ہم نے لکھا

واجب نصیحت کو ہم نے ترک کردیا، والسلام‘‘۔[۱]

سلطان ظاہر بیبرس نے ملک شام میں تاتاریوں سے قتال کا ارادہ کیا، اس وقت اس نے علما سے استفتا کیا کہ کیا اس کے لیے رعایا سے مال لینا جائز ہے، تاکہ وہ اسے دشمن سے قتال کرنے میں خرچ کرسکے، اس نے بہت سے علما کو عدم جواز کا فتوی دینے کے سبب قتل کردیا، بعض علمانے جواز کا فتوی بھی دے دیا، اس نے پوچھا: ’’کیا کوئی فتوی دینے سے باقی رہ گیا ہے؟‘‘

اسے بتایا گیا کہ شیخ محی الدین نووی باقی رہ گئے ہیں، اس نے آپ کو بلایا، آپ حاضر ہوئے، اس نے کہا: ’’فقہا کے ساتھ (جواز کے فتوی پر) آپ اپنی تحریر بھی لکھ دیں‘‘۔

آپ نے انکار کردیا، اس نے پوچھا: ’’آپ کے انکار کرنے کی وجہ کیا ہے؟‘‘

آپ نے فرمایا: ’’میں جانتا ہوں کہ آپ امیر بندقدار کی غلامی میں تھے اور آپ کے پاس کوئی مال نہ تھا، پھر اللہ تعالی نے آپ پر فضل فرمایا اور آپ کو بادشاہ بنادیا، میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس ایک ہزار غلام ہیں، جن کے پاس سونے کے بندوالے کپڑے ہیں اور دوسو کنیزیں ہیں، ہر کنیز کے پاس کثیر زیور ہیں، جب آپ یہ ساری چیزیں خرچ کردیں گے اور آپ کے غلام سونے کے بندوالے کپڑوں کے بجائے صرف اونی بندوالے کپڑوں کے ساتھ رہ جائیں اور کنیزیں زیور کے علاوہ صرف کپڑوں کے ساتھ رہ جائیں گی اور بیت المال میں کوئی نقدی، سامان یا زمین جائیداد باقی نہ رہے گی تو میں آپ کے لیے رعایا سے مال لینے کا فتوی دے دوں گا۔ حالاں کہ بیت المال بھرا ہوا ہے، جہاد وغیرہ میں اللہ تعالی کی طرف لو لگا کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مدد مانگی جاتی ہے، میری زندگی کی قسم! کتنے لوگ اس فتوی کے جاری کرنے کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوئے‘‘۔

یہاں تک کہ سلطان کے انکار اور آپ کو دھمکانے اور رعایا کو ڈرانے پر اس کا رد کرتے ہوئے مندرجہ ذیل باتیں ارشاد فرمائیں:

کی امید نہیں تھی اوران کم زور ناصح مسلمانوں کے لیے کیا حیلہ جو سلطان کو اس کے بارے میں علم نہ ہونے کے باوجود نصیحت کرتے ہیں اوران سے مواخذہ کیسے کیا جا سکتا ہے، اگر اس میں قابلِ ملامت باتیں موجود ہیں؟

جہاں تک میرا تعلق ہے، تو دھمکی یا اس سے بڑھ کر کوئی چیز مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے اور نہ یہ چیز مجھے سلطان کو نصیحت کرنے سے روک سکتی ہے، کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرا اور دوسروں کا مشترکہ فریضہ ہے اور اس پر جو اجر مرتب ہوتا ہے، وہ اللہ کے یہاں خیر اور فضل والا ہے:

﴿إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾. [پارہ ۲۴، سورۃ الغافر، آیت: ۳۹]

ترجمہ: ’’یہ دنیا کا جینا تو کچھ برتنا ہی ہے اور بے شک آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے‘‘۔

﴿وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾. [پارہ ۲۴، سورۃ الغافر، آیت: ۴۴]

ترجمہ: ’’اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے‘‘۔[۱]

ایک شافعی عالم سے ایک ایسے قاضی کے متعلق سوال کیا گیا، جسے سلطان نے کسی اسلامی شہر کا قاضی مقرر کیا تھا، اس قاضی نے ہر مذہب سے چند افراد کو اپنا نائب قاضی مقرر کر دیا اور مقدمات شرعیہ، احکام شرعیہ اور نکاح وغیرہ کے انعقاد پر معین ٹیکس مقرر کر دیا اور ہر قاضی کے پاس ایک امین مقرر کر دیا، جو ہر دن کے آخر میں ٹیکس جمع کر کے اس تک پہنچائے، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو لینے والے کو معزول کیا جائے گا یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

اللہ کا حکم یہ ہے کہ مقدمات شرعیہ، احکام شرعیہ اور نکاح وغیرہ کے انعقاد پر ٹیکس مقرر کرنا اجماعًا حرام ہے، ایسا کرنے والے کے لیے اللہ رب العزت کی جانب سے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی جنت میں داخلہ سے محرومی کی وعید ہے، جیسا کہ حدیث پاک سے اس کی شہادت ملتی ہے:

’’لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ‘‘. [۱]

ترجمہ: ’’جنت میں ٹیکس لینے والا داخل نہیں ہوگا‘‘۔

ایک روایت میں ’’لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَكَّاسٌ‘‘ [۲] بھی ہے۔

پھر اس (ٹیکس) کے وصول کرنے کی صورت میں وہ شرعًا اپنے منصب سے معزول ہوجائے گا اور معزول ہونے کی صورت میں جس نے ٹیکس متعین کرنے کی اجازت دی ہے اس کا حکم نافذ نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے باطل احکام کا اجرا کیا ہے، وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگوں کا مال ناحق کھانا ہے جس کی ممانعت اللہ تعالی کے اس فرمان میں وارد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾. [پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت: ۲۹]

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے اموال کو نہ کھاؤ‘‘۔

یہ تمام چیزیں قبیح و ناپسندیدہ بدعتیں ہیں، جس کی اجازت کتاب وسنت میں نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چیزوں سے اپنے مندرجہ ذیل فرمان کے ذریعے منع فرمایا ہے:

’’إِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ

---

(۱) ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر ازدی سجستانی، سنن ابو داؤد، لبنان، بیشامون، دار

ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ". [١]

ترجمہ: ''تم پر دین میں نئی چیزوں سے اجتناب کرنا لازم ہے، کیوں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گم راہی ہے اور ہر گم راہی جہنم میں لے جانے والی ہے''۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا". [٢]

ترجمہ: ''جو شخص گم راہی کی طرف بلائے، اس پر اس کی پیروی کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور پیروی کرنے والوں کے گناہ میں کسی طرح کی کمی بھی نہ ہوگی''۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ". [٣]

ترجمہ: ''جس نے ہمارے اس دین میں نئی چیز کی ایجاد کی، جو اس دین سے نہیں تو وہ مردود ہے''۔

یعنی وہ چیز دین کے کامل ہوجانے کی وجہ سے قابل رد ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾. [پارہ ٦، سورۃ المائدۃ، آیت: ٣] (ترجمہ: ''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا'') کی شہادت سے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی مخالفت کو حرام قرار دیا ہے، اس پر وعید سناتے ہوئے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾. [پارہ ١٨، سورۃ النور، آیت: ٦٣]

---

(١) سنن ابو داؤد: ص: ١٧، ج: ٧، كتاب السنة، باب فی لزوم السنة، حدیث نمبر: ٤٦٠٧، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی خراسانی نسائی، سنن نسائی، سعودیہ، ریاض، دار الحضارۃ، ص:

ترجمہ: ''رسول کے حکم کی مخالفت کرنے والے اس بات سے ڈریں کہ انھیں کوئی مصیبت پہنچے یا انھیں دردناک عذاب پہنچے''۔[۱]

اس کے علاوہ اس سلسلے میں علما کی بہت سی جدوجہد ہے، تو آپ مجھے بتائیں، آپ کے رب کی قسم! جب کفار سے جہاد کے لیے یا شرعی قضایا اور نکاح وغیرہ پر مال لینے پر جو انکار منقول ہے، اسے آپ نے ملاحظہ کیا، تو پھر آپ کا اللہ کے حرمت والے گھر کے حاجی اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زائر سے مال لینے کے متعلق کیا خیال ہے؟

ٹھیک ہے، معاملہ بڑا ہے، اسے ہلکے میں نہیں لیا جا سکتا ہے، یا خوشامدی میں اس سے چشم پوشی کر لی جائے، دراں حال کہ انبیا کی علما کو وراثت نصیحت کرنا ہی ہے:

﴿فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ﴾. [پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت ۴۰]

ترجمہ: ''بے شک آپ پر پہنچانا ہی ہے''۔

ہم حمدِ الٰہی بجالاتے ہیں کہ حجاز کی آمدنی کے اسباب تیل وغیرہ کے کنویں کی بنا پر پھل پھول گئے ہیں، ساتھ ہی ساتھ اہل ثروت مسلمان اپنے ملکوں سے حجاز کی آبادکاری اور اس کے باشندگان کو بھلائی پہنچانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، پس اگر اللہ رب العزت معظم بادشاہ کو اس ٹیکس کے روکنے کی توفیق دے، پھر وہ جائز عطیہ کی راہ ہموار کریں، ضرور وہ اس کی برکت سے خیرات وحسنات پائیں گے، جو اللہ تعالی کے قول کا مصداق ہوگا:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾.

[پارہ ۲۸، سورۃ الطلاق، آیت: ۲، ۳]

ترجمہ: ''جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا، جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو''۔

نفع رسانی کے لیے رزق حلال ہی کافی ہے اور حرام مال کی نحوست ورسوائی سے

”كُل مَا جُمِعَ مِنْ مهاوش، فَإِلَى نهابر يذهبُ“.[۱]

ترجمہ: ”ہر وہ مال جو مظالم اور غیر شرعی طریقے سے حاصل کیا جائے، وہ ہلاکت کی جگہ (جہنم) میں لے جانے والا ہے“۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

”لَيْسَ الْقَحْطُ أَنْ لَا تُمْطِرَ، إِنَّمَا الْقَحْطُ أَنْ تُمْطِرَ، وَلَا يُبَارِكُ لَكُمْ“. [۲]

ترجمہ: ”بارش کا نہ ہونا قحط نہیں ہے، بل کہ قحط تو یہ ہے کہ بارش ہو، لیکن اس میں تمھارے لیے برکت نہ ہو“۔

اے اللہ! تو ہمیں ان لوگوں میں سے کر جنھوں نے امانت کی ادائیگی کی، نصیحت کو پہنچایا، ذمہ داریوں کو پورا کیا اور جن کے ہاتھوں سے مسلمانوں کا اتحاد قائم ہوا۔

محمود ربیع

مدرس ازہر شریف

بروز جمعہ ۲۶/ جمادی الاولی ۱۳۶۶ھ

مطابق ۱۸/ اپریل ۱۹۴۷ء

(۱) ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر قضاعی، مسند شہاب، تح: حمدی بن عبدالمجید سلفی، لبنان، بیروت، مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء، ص: ۱۷۲، ج: ۱، حدیث نمبر: ۱۴۴۱۔

(۲) ابوداؤد سلیمان بن داؤد فارسی بصری طیالسی، مسند أبي داود الطيالسي، تح: محمد بن عبدالمحسن

مقدمۂ مصنف

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے، جو نعمتیں عطا کرنے والا مہربان ہے، جس نے لوگوں میں بہترین امت کے لیے اپنے رسول کو بہترین نمونہ اور سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

جن کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والوں کو اللہ تعالی دونوں جہان کی نعمتوں اور دونیکیوں سے بہرہ مند ہونے کی طرف راہ دکھاتا ہے اور کامل واکمل، اتم واعم درود وسلام نازل ہو خوش خبری دینے اور ڈرسنانے والے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، جو فضیلتوں کے کعبہ، رحمتوں کے میزاب اور معرفت خداوندی کے عرفات ہیں۔

جنھوں نے ظلم وسرکشی کا خاتمہ کیا اور نورِ عدل وضیاے احسان کے جامع ہوئے، جس نے ان کی پیروی کی ہدایت یاب ہوا اور جس نے روگردانی کی گم راہ ہوگیا، ان پر ان کی تمام آل واصحاب پر اور قیامت تک ان کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے والوں پر درود وسلام نازل ہو۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

بے شک حق سبحانہ وتعالی نے اپنے رسول مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت مبعوث فرمایا، جب کہ امتیں اور قومیں گم راہی کے تاریک صحرا میں سرگرداں تھیں، نہ علم تھا، نہ عدل، باطل اوہام وخیالات ان کے عقائد تھے اور انتشار وبد نظمی ان کی شریعت، طاقت ور کم زور کو کھا رہا تھا، ہر طرف ظلم وجبر اور سرکشی کا دور دورہ تھا۔

اللہ تبارک وتعالی نے ایک عظیم نعمت اور وسیع رحمت کے ذریعے ان پر رحم فرمایا، تو انھیں اوہام وخیالات اور مٹی کی پرستش سے بلند کر کے ان کے لیے حق کی بنیادیں استوار

تشکیل کا نظام ایسی مضبوط اور حکیمانہ بنیادوں پر قائم فرمایا، جو کمال و نیک بختی کا ضامن ہے، جس کے نتیجے میں ایسے افراد تیار ہوتے ہیں، جو اپنے افکار و خیالات، راہ و روش اور معاملات میں کامل ہوتے ہیں اور ایسا خاندان تشکیل پاتا ہے نیکی اور ہدایت جس کی راستگی کا سامان ہوتی ہے اور جہاں خلوص و برکت کی ہوائیں چلتی ہیں، یہ وہی گھر ہے، جس کی طرف اللہ رب العزت کے ارشاد ﴿فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ﴾. [پارہ ۲۷، سورۃ الذاریات، آیت: ۳۶] (ترجمہ: ”تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا) سے اشارہ کیا ہے اور ایک اچھے ملک کو اچھا شہر اور ایک اچھی قوم کو کامل معاشرہ میسر آتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو عبادت بھی لے کر جلوہ فرما ہوئے، اس کی مصاحبت میں دنیوی واخروی حکمت ضرور تھی، جس سے جسم اپنا کمال، روح اپنی غذا، روزی اور کمال حاصل کرتی ہے۔

چناں چہ وضو اور نماز جسم کے لیے ورزش اور طہارت ہے اور روح کے لیے وصالِ حق کا ذریعہ اور پاکی ہے۔

جمعہ جن لوگوں کے درمیان قائم کیا جاتا ہے، ان کے لیے پند و نصیحت، تالیف قلب، محبت اور خیر پر ایک دوسرے کا تعاون کرنا ہے۔

حج سفر کی مشقتوں پر مشق ہے، جہاں جسم صحت اور بیماری سے حفاظت کا اپنا حصہ حاصل کرتا ہے، ساتھ ہی مخلوق کی صحبت کے آداب اور علم و عمل اور اخلاق کے لحاظ سے کسبِ فضل سے بھی سرفراز ہونا ہے، مادہ کو ترک کر کے روحانیت کی طرف متوجہ ہونا ہے، قرب الٰہی کی بلند پردازیوں سے بہرہ ور ہونا ہے، دنیا کی رنگینیوں کو پسِ پشت رکھنا، قربِ حق کے مقامِ رفیع میں بندے کا اپنے رب کی طرف متوجہ ہونا ہے، جہاں اس سے کہا جاتا ہے کہ خدا پرست، صالح اور مصلح بندہ بن جا، تو حج میں نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو اور نہ کوئی گناہ ہو اور نہ کسی سے جھگڑا ہو۔

طرف بلاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۲۷، ۲۸]

ترجمہ: ''اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردو، وہ تمھارے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی پتلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں، تا کہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ کا نام لیں، جانے ہوئے دنوں میں''۔

اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے مندرجہ ذیل فرمان کے ذریعہ اپنے گھر کو پاک کرنے کا حکم دیا:

﴿أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۵]

ترجمہ: ''میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے خوب پاک صاف رکھو''۔

تا کہ مسلمان کے لیے معاملات کاملہ میں ایسا مثالی معاشرہ پیدا ہو، جس میں خود غرضی، بغض، جدائی اور مقاطعہ نہ ہو، بل کہ رحم، عفت، مہربانی، معرفتِ الٰہی اور رضاے الٰہی کے لیے خلوت نشینی ہو۔

تو ہر حاجی اللہ تعالی کے حرم پاک اور اس کی طرف آنے والوں کے محافظوں سے، جن کی پہچان دنیا پر آخرت کو ترجیح دینی ہے، فضیلت کا نقش لے کر واپس لوٹے، اور انھیں توجہ الی الخیر میں اجر وثواب میں اضافے کی رغبت دلائے اور لوگوں کے دلوں کو سزا وعذاب کی زیادتی کا احساس دلاتے ہوئے گناہ سے دور کرے۔

﴿ذَلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ حج مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہے، اس میں مختلف الخیال یک جا ہوتے ہیں اور جسموں کا دلوں سے ملاپ ہوتا ہے، پھر ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں، سبھی عام بھلائی اور اصلاح عمومی پر ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں، ہر ایک دوسرے سے اس چیز کو حاصل کرتا ہے، جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے، جیسے دانائی، اخلاق، تجارت، زراعت، ایجاد اور ہر وہ چیز جس میں نفع اور انسانیت کے لیے ترقی ہو۔

اس میں بھی کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ہم نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو اس فرض [حج] کی ادائیگی کی تڑپ سے جلتے ہوئے پایا ہے، وہ ہر سال اس کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں، جسے اس سعادت مندی کا موقع نہ مل سکا، وہ اپنے اندر درد کی تلخی اور اپنے دین میں نقص محسوس کرتا ہے۔

کیوں کہ اللہ تبارک وتعالی نے مسلمانوں کے دلوں میں اپنے گھر اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی محبت ڈال دی ہے، جو دوسری امتوں میں نہیں پائی جاتی ہے، اسی وجہ سے وہ جد وجہد اور پیش آنے والی مشقت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے صرف اپنے مال کی قربانی پیش نہیں کرتے ہیں، بل کہ اپنے جسموں کی بھی قربانی پیش کرتے ہیں اور مشرق ومغرب کے ہزاروں لوگ رضائے الہی کی خاطر بیت اللہ اور مسجد نبوی کا سفر کرتے ہیں۔

لیکن مسلمان اس فریضہ کو ادا اور اس شوق کو پورا نہیں کر سکتے ہیں، مگر یہ کہ وہ اس بھاری بھرکم ٹیکس کو ادا کریں جو ان پر مسلط کیا جا رہا ہے اور جس کا ان سے مطالبہ ہو رہا ہے، بلاشبہ یہ صاحبانِ استطاعت پر ظلم وزیادتی اور کمزور لوگوں کے لیے عاجزی ومحرومی کا باعث ہے اور اس کا نہ خلق اقرار کرتی ہے، نہ شرع شریف اسے جائز قرار دیتی ہے اور ہم نہیں جانتے کہ حاجی کے جدہ اترنے اور دوبارہ لوٹنے کے دوران ہونے والے اس ظالمانہ استحصال کو کیسے مباح قرار دیا جائے؟ وہ اس حال میں اپنے وطن واپس ہوتا ہے کہ یہ امر گراں اس کے مزاج پر رنج والم مسلط کر دیتا ہے، جس سے جانیں حسرت وپریشانی محسوس کرتی ہیں۔

وسعت ورغبت کے ساتھ بے آب وگیاہ وادی میں بیت الحرام کے پاس ان پر خرچ کیا۔

مگر حج بیت اللہ کے مشتاق وخواہش منداس مسلمان کے پاس وہاں تک پہنچنے کے لیے کوئی چارہ نہیں، کیوں کہ اس کے ہاتھوں میں ٹیکس کی قیود اوراس کی راہ میں رکاوٹیں ڈال دی گئی ہیں اور ایسا کب سے ہو گیا کہ حج ٹیکس ادا کرنے والے مال داروں کے لیے تو مباح ہو اور دوسروں کے لیے نہ ہو؟ کیا منصف مزاج اور اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھنے والا شخص یہ نہیں جانتا کہ یہ فعل راہِ خدا اور اس مسجدِ حرام سے روکنا ہے، جسے اللہ رب العزت نے تمام لوگوں کے لیے یکساں قرار دیا اور جس کی طرف مسلمان ہر طرف سے پیدل اور سوار ہو کر عازمِ سفر ہوتے ہیں۔

مزید یہ کہ اس گراں بار ٹیکس میں حرم شریف کے باشندگان کے لیے بھی انصاف نہیں ہے، کیوں کہ حجاج کرام پر سختی اس خرچ کی مقدار کو کم کر دے گی، جو وہ مقدس سرزمین پر کرتے ہیں اور اللہ رب العزت نے حرم شریف میں مسلمانوں کے مابین مساوات کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۲۵]

ترجمہ: ”اس میں ایک سا حق ہے، وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا“۔

مگر اس وقت اس میں لوگ برابر نہیں کہ نجدی اور حجازی کے سوا سب سے ٹیکس وصول کیا جا رہا ہے۔

اگر چہ یہ عمل لمبے زمانے سے جاری ہے، مگر بادشاہ جزیرہ اور اس کے حاکم سے امید تھی کہ وہ اس ٹیکس کو ختم کریں گے اور ان محصولات پر قدغن لگائیں گے، جب کہ وہ علم اسلام کے زیرِ سایہ ہیں اور انھوں نے اسلامی احکامات کے نفاذ کا اعلان بھی کیا ہے اور اس کے بدلے وہ بابرکت اور حلال و پاکیزہ آمدنی کی تدابیر اختیار کریں گے، حق سبحانہ وتعالی کے اس ارشاد پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے:

شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بے شک وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے‘‘۔

ٹیکس کی شروعات قرامطہ کے زمانے میں ہوئی اور یہ سلسلہ ملک صالح صلاح الدین ایوبی کے زمانے تک چلتا رہا، یہاں تک کہ انھوں نے مکثر بن عیسی کے زمانے میں اسے ختم کردیا، جو’’عیذاب‘‘ کے راستے پر بحری حاجیوں سے لیا جاتا تھا، جو اسے ’’عیذاب‘‘ میں ادا نہیں کرتا، اس سے جدہ میں لیا کرتے تھے اور کل ٹیکس کی مقدار سات مصری دینار تھی، جس کی ادائیگی ہر فرد پر لازم تھی۔

اس کے ختم کرنے کا سبب یہ ہوا کہ شیخ علوان اسد حلبی حج کے لیے جارہے تھے، جب وہ جدہ پہنچے تو ان سے ٹیکس مانگا گیا، انھوں نے دینے سے انکار کردیا اور واپس آنے لگے، لوگوں نے ان کے ساتھ نرمی کی اور مکہ معظّمہ بھیج دیا، اس وقت شریف مکہ مکثر بن عیسی تھے، جب وہ مکہ پہنچے تو شریف مکہ نے انھیں چھوڑنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا اور عذر پیش کیا کہ مکہ کا بجٹ ہمیں ہماری ضرورتوں سے سبک دوش نہیں کرتا ہے، اسی وجہ سے ہم نے ٹیکس لاگو کیا ہے۔

شیخ علوان نے سلطان صلاح الدین کو خط لکھا، ان سے امیر مکہ کی ضرورت کا ذکر کیا اور انھیں خبر دی کہ مکہ مالی بحران کا شکار ہے، یہاں کا بجٹ یہاں کے لیے پورے طور پر کفایت نہیں کرتا ہے، اسی وجہ سے اِنھوں نے ٹیکس جیسی شنیع بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔

چنان چہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے آٹھ ہزار دینار اور دو ہزار اردب گیہوں عطا کیے۔ ایک قول یہ ہے کہ دو ہزار دینار اور دو ہزار اردب گیہوں عطا کیے اور اس گناہ کے ترک کرنے کا حکم دیا، اللہ تعالی سلطان کو بہتر جزا عطا فرمائے۔[۱]

پھر جدہ میں ٹیکس کی شروعات ہوئی تو ملک ناصر نے ۷۲۱ھ میں اسے ختم کیا، پھر دوبارہ شروع ہوا تو ملک منصور نے ۷۶۶ھ میں اسے ختم کردیا اور اسے باب صفا، باب زیارت اور باب بسیطہ کی جہت سے مسجد حرام کے ستونوں میں کندہ کرادیا۔

دوران اسے ختم کر دیا اور مسجد حرام کے بعض ستونوں میں اسے لکھنے کا حکم دیا، پھر ملک اشرف کے زمانے میں ٹیکس کا اعادہ ہوا تو انھوں نے اس ٹیکس کو ختم کرنے اور اس حکم کو باب سوق میں مسجد حرام کے ستونوں پر نقش کرنے کا حکم دیا۔

چنان چہ آپ نے دیکھ لیا کہ جب جب اس مبارک شہر میں ٹیکس جیسی حرام برائی نے جنم لیا تو سلاطینِ اسلام نے اس کی سرکوبی میں سرعت کی اور وہاں کے باشندوں کو الحاد سے بچانے کے لیے اس کے ختم کرنے کا تاکیدی حکم حرم شریف کے ستونوں پر لکھوا دیا، اس لیے کہ وہاں قصدِ جرائم پر بھی گرفت ہے اور یہ بات قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ جرم عظیم اور ارتکاب جسیم ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ و رسول کے فرامین کے خلاف جنگ ہے، جو کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفاے راشدین اور پیش رو نیک حکام کے زمانے میں کیا حالات تھے، حاجی اہلِ حرم کی ضیافت سے محظوظ ہوا کرتے تھے، کچھ تو حجاج کرام کو دودھ سے سیراب کرتے تھے، حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ حجاج کرام کو کھجور کا پانی پلایا کرتے تھے۔

رفادہ کا معاملہ مشہور ہے اور وہ حج کے ایام میں حاجی کو کھانا کھلانا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے راستے کو ہولیں، حضرت قصی نے حج کے موسم میں قریش سے کہا تھا:

”قَدْ حَضَرَ الْحَجُّ، وَقَدْ سَمِعْتُ الْعَرَبَ بِمَا صَنَعْتُمْ، وَهُمْ لَكُمْ معظمُوْنَ، وَلَا أَعْلَمُ مكرمَةً عِنْدَ الْعَرَبِ أَعْظَمَ مِنَ الطَّعَامِ، فَلْيَخْرج كُلَّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ مِنْ مَالِهِ خرْجًا“.

ترجمہ: ”حج کا موسم آگیا ہے اور میں نے عرب سے تمھارے کاموں کے بارے میں سنا ہے، وہ تمھارے لیے معظم ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ عرب کے نزدیک کھانے سے زیادہ کوئی چیز محترم نہیں، لھذا تم میں سے ہر شخص اپنے مال سے خراج نکالے“۔

میٹھا پانی (شربت) اور دودھ پلایا۔[۱]

پس جس کے پاس طاقت اور زادِ راہ نہ ہوتا وہ کھاتا اور سیراب ہوتا، حتی کہ اس کام کو آپ کے بیٹے عبد مناف نے جاری رکھا، پھر عبد مناف کے بعد ان کے بیٹے ہاشم نے، اتفاقاً ایک سال لوگ زبردست قحط کا شکار ہو گئے تو ہاشم ملک شام گئے، ایک قول یہ ہے کہ جب انھیں اس قحط کی اطلاع ملی تو آپ ملک شام میں غزہ کے مقام پر تھے، آپ نے آٹا اور کیک خریدا اور حج کے موسم میں مکہ پہنچے اور یہاں آپ نے روٹی، کیک اور اونٹ کے گوشت سے ثرید تیار کیا اور لوگوں کو کھلا کر شکم سیر کر دیا، اسی وجہ سے آپ کا نام ہاشم پڑا، آپ کا اصل نام ''عمرو العلاء'' تھا۔

ہاشم مسافروں کو کھانا کھلاتے اور خوف زدہ لوگوں کو پناہ دیتے تھے، جب ذوالحجہ کا چاند نظر آتا تو اگلی صبح آپ کعبہ سے پیٹھ لگا کر باب کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور خطبہ دیتے ہوئے کہتے:

''اے گروہِ قریش! تم عرب کے سردار ہو، سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے زیادہ دانش مند ہو، تم عربوں میں نسب کے لحاظ سے باعزت اور رشتہ داری میں تمام عربوں میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہو۔

اے گروہِ قریش! تم بیت اللہ کے پڑوسی ہو، اللہ تعالی نے دیگر اولادِ اسماعیل کو چھوڑ کر تمھیں اپنے مقدس گھر کا نگراں بنایا ہے اور تمھیں اپنا پڑوس عطا کیا ہے، تمھارے پاس اللہ کے مہمان آتے ہیں، جن کے دلوں میں اس کے گھر کی عظمت ہے، اس لیے وہ اس کے مہمان ہیں اور اللہ نے سب سے زیادہ تکریم کا مستحق جسے ٹھہرایا وہ تم ہو، تو تم اس کے مہمانوں اور اس کے گھر کے زائرین کی تعظیم و تکریم کرو، اس لیے کہ وہ پراگندہ حالت میں گرد و غبار میں اٹے ہوئے دور دراز شہروں سے دبلی پتلی اونٹنیوں پر آتے ہیں، پس تم اللہ کے مہمانوں اور اس کے گھر کے زائرین کی توقیر کرو۔

ہوجاتا، تو اس کے لیے تمھارے بجائے میں ہی کافی ہوتا، میں اپنے پاکیزہ اور حلال مال کو نکالنے لگا ہوں، جس میں نہ قطع رحمی کی گئی ہے، نہ ظلم کرتے ہوئے چھینا گیا ہے، نہ اس میں حرام کا عمل دخل ہے، تم میں سے جو بھی ایسا کرنا چاہے، وہ ضرور کرے، میں تمھیں اس گھر کی حرمت کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص بیت اللہ کے زائرین کی تکریم اور انھیں تقویت پہنچانے کے لیے ایسا مال نکالے جو پاک ہو، جسے ظلم کرتے ہوئے چھینا نہ گیا ہو، جس میں قطع رحمی نہ کی گئی ہو اور جسے غصب کرتے ہوئے نہ لیا گیا ہو"۔

چناں چہ لوگ اس معاملے میں جدوجہد کرتے اور اپنے اموال میں سے کچھ نہ کچھ نکالتے، پھر اسے "دارالندوہ" میں رکھ دیتے تھے۔[1]

پھر ہاشم کے بعد آپ کے بیٹے عبدالمطلب اس خدمت کی انجام دہی کے لیے کھڑے ہوئے، پھر ان کے بیٹے ابوطالب اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے بیٹے عباس نے یہ خدمت انجام دی۔

پھر یہ سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاے راشدین کے زمانے میں جاری رہا، پھر اموی اور عباسی خلفا کے زمانے میں بھی یہ خدمت گزاری جاری رہی، حتی کہ بغداد اور مصر سے خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔

پھر حالات بدل گئے، ایک زمانے میں بعض امرا ایسے تھے، جنھوں نے مال جمع کرنے کا قصد کیا، تو سوے نیت کے ساتھ ٹیکس، اجارہ یا کرایہ کے نام پر حصہ لیا، جیسا کہ ہمیں ماضی قریب کے حرمین شریفین کے بعض کبار علما کے ذریعے خبر ملی ہے کہ شریف عبداللہ نے ترکوں کے عہد حکومت میں خلیفۂ مسلمین کی اجازت کے بغیر ہر حاجی پر ایک مجیدی ریال اونٹوں کا کرایہ مقرر کر دیا، جب یہ بات والی تک پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ یہ اضافی مال بیت المال کے حوالے کر دیا جائے۔

پھر وہ شریف عبداللہ کے ساتھ شریک ہوگیا اور دونوں نے بغیر خلیفہ کے علم کے ہر

معاملہ اسی طرح چلتا رہا، یہاں تک کہ جلالۃ الملک ابن سعود کی حکومت آ گئی، ہمیں امید تھی کہ اللہ کے حدود کے مطابق یہ ٹیکس کا معاملہ موقوف ہو جائے گا، درآں حالِ کہ حکومت نے ابن سعود کی زبانی وعدہ کیا تھا کہ کتاب وسنت سے احکام جاری ہوں گے، حجاز پر قبضہ وتسلط سے ابن سعود کا مقصد حرمین شریفین میں اسلامی حکومت کا قیام تھا، جو حکومت امان ورحمت کا باعث ہو اور اس مقدس سرزمین کو فسادیوں اور تخریب کاروں کی بدمعاشی سے پاک کر دے اور لوگوں کو ٹیکس سے نجات دلانے کے لیے کام کرے اور یہ جلالۃ الملک ابن سعود کا بیان ہے، جسے انھوں نے ۱۰/اکتوبر ۱۹۲۴ء کو دیا:

''میں حجاز مقدس میں مقامات مقدسہ کو غیر مسلموں کی دخل اندازی سے بچانے، عبادت کی راہوں کو آسان بنانے، حاجیوں کو راحت پہنچانے اور مسلمانانِ عالَم کو مطمئن کرنے کے لیے ایک دوست کی طرح داخل ہو رہا ہوں''۔

پھر آپ نے ۱۰/نومبر ۱۹۲۴ء کو جید علما اور شہر کے شرفا کے مجمع میں تصریح کی:

''ہم کتاب وسنت کی اتباع کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا مقصد مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنا نہیں ہے، ان اماکنِ مقدسہ میں داخل ہونے سے میرا مقصد صرف یہی ہے کہ ظلم کو دفع کروں اور ان ٹیکسوں کو ختم کروں، جن کے بوجھ کے نیچے لوگ دبے جاتے ہیں۔

میری خواہش یہی ہے کہ ان پاک شہروں میں اللہ کا کلام بلند ہو، شریعت زندہ ہو اور اس کے احکام بزورِ قوت نافذ ہوں، مکہ میں شرع کی حکومت کے سوا کوئی دوسری حکومت نہ ہو اور لوگوں کے لیے شریعت کی قید کے علاوہ کوئی دوسری قید نہ ہو اور سب اس کے پابند ہوں، چوں کہ تمام مسلمان اس مقدس سرزمین سے منسلک ہیں، تو یہاں پر حکومت بھی دنیا کے تمام مسلمانوں کی مرضی کے مطابق ہو''۔

لیکن جیسے ہی سعودی حکومت نے حجاز کے معاملے کو سنبھالا، ٹیکس کا معاملہ پہلے سے کہیں زیادہ سخت ہو گیا اور اس میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔

اضافہ کیا، پھر جو طواف کرنے والے اور حاجیوں کے اکرام کے نام سے دیا جاتا تھا، اس میں حکومت کا حصہ مقرر کر دیا، لوگ اس سے واقف نہیں تھے، بس اتنا سمجھتے تھے کہ یہ ''ایجار'' کا ہے، یہ ''زبیدہ'' اور ''زرقاء'' کے نام سے ہے، یہ راستوں کی درستگی کے نام پر ہے اور یہ ''اکرام'' کے نام سے ہے، یہاں تک کہ ۱۹۶۴ء میں بھی یہی معمول رہا اور یہ اضافہ بتدریج ہر سال جاری رہا، اس طرح حکومت کو ہر حاجی وزائر سے کم از کم ۸۵ جنیہ کی آمدنی ہوتی تھی۔

پھر ۱۳۶۵ھ میں معاملہ بدلا، کیوں کہ حکومت بڑی رقم صرف انھیں لوگوں سے لیتی تھی، جو گاڑیوں اور اونٹوں سے سفر کرتے تھے اور پیدل چلنے والے بہت کم ٹیکس دیتے تھے، پھر حکم جاری ہوا کہ ہر حاجی جو باہر سے آنے والا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کو ۳۵ جنیہ دے، اس حکم میں پیدل چلنے والے اور سوار سب برابر ہیں۔

پھر یہ رقم سوار کے لیے اور زیادہ ہوگئی، کیوں کہ اسے سواری کے ساتھ ساتھ ''کوشان'' [کسٹم ٹیکس] بھی دینا پڑتا تھا اور حجاج اس معاملے سے لاعلم تھے، لیکن آج جانتے ہیں کہ حکومت ان سے ٹیکس اور چنگی لے رہی ہے، تو انھیں باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم نے کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا، تاکہ ہم امت مسلمہ کے سامنے ان نصوص کو پیش کر سکیں، جن کا حکم مانا جاتا ہے، ایک قوم دعوی کرتی ہے کہ وہ لوگ اس پر عمل پیرا ہیں، جو اللہ نے اپنے رسول پر اتارا ہے، جب کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾. [پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت: ۶۵]

ترجمہ: ''تو اے حبیب! تمھارے رب کی قسم! یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے، جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمھیں حاکم نہ بنالیں اور پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں''۔

حاصل کرتے ہیں اور بے شک ہمارا دین کامل ہے، اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾. [پارہ ٦، سورۃ المائدۃ، آیت: ٣]

ترجمہ: ''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کردیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا''۔

اللہ سبحانہ وتعالی بخوبی جانتا ہے کہ وادی (مکہ) غیر زرخیز ہے اور حکومت کے مصارف اور حکومتی ذرائع سے بھی واقف ہے، اس کے باوجود اس نے حجاج پر کسی طرح کا خاص ٹیکس نہیں لگایا سوائے زکات، ہبات اور نوافل کے، جن کے بارے میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ﴾. [پارہ ١٠، سورۃ التوبۃ، آیت: ٩١]

ترجمہ: ''نیکی کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں''۔

آج جب کہ اللہ رب العزت نے ان کے لیے سونے اور پٹرول کے کھان کھول دیے ہیں، ان پر شرعًا بدرجۂ اتم واجب ہے کہ وہ حج، مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے اور ان میں اعتکاف کرنے پر ٹیکس سے دور رہیں، اس لیے کہ یہ بات تعجب خیز ہے کہ وہ ٹیکس کا مطالبہ کریں، باوجود اس کے کہ ان پر دنیا سیلاب کی طرح نازل ہوگئی ہے، اس حال میں ان کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ حج کے علاوہ دوسرے امور پر ٹیکس عائد کریں تو اس قدر فراوانی کے باوجود حج پر ٹیکس لینا کیسے جائز ہوگا؟ بلاشبہ یہ باجماعِ فقہاے امت منکر ہے، یہ کتاب وسنت میں صراحت کے ساتھ حرمت بیان کرنے والے بہت سے نصوص کے تحت آتا ہے۔

❁❁❁

قرآن کریم کی آیات مبارکہ

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾. [پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت: ۲۹]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ''۔

اور فرمان خداوندی ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴]

ترجمہ: ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے''۔

نیز فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۲۵]

ترجمہ: ''اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے''۔

سنت مشرفہ کے شہ پارے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے مشہور خطبہ میں ارشاد فرمایا:

”إِنَّ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا“. [۱]

ترجمہ: ”تمھارے خون، تمھارے مال اور تمہاری آبروئیں تم پر اس طرح حرام ہیں، جیسے تمھارے آج کے دن کی حرمت تمھارے اس شہر اور اس مہینے میں ہے“۔

فرمان نبوی ہے:

”اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“. [۲]

ترجمہ: ”تم ظلم سے بچو، کیوں کہ ظلم روزِ قیامت تاریکیوں کا باعث ہوگا“۔

فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

”لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالًا حَرَاماً، فَيَتَصَدَّقُ مِنْهُ، وَلَا يُنْفِقَ مِنْهُ، فَيُبَارَكَ لَهُ فِيهِ، وَلَا يَتْرُكُهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ إِلَّا كَانَ زَادَهُ إِلَى النَّارِ، إِنَّ اللَّهَ -عَزَّ وَجَلَّ- لَا يَمْحُو السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ، وَلَكِنْ يَمْحُو السَّيِّئَةَ بِالْحَسَنَةِ“. [۳]

ترجمہ: ”ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی بندہ حرام مال کمائے پھر اس سے خیرات کرے تو وہ قبول ہوجائے۔ اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ اس سے خرچ کرے تو اس میں برکت ہو اور اس حرام کو اپنے بعد کے لیے نہیں چھوڑے گا مگر یہ جہنم کی طرف اس کا زادِ راہ ہوگا، اللہ

---

(۱) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی بخاری، صحیح بخاری، لبنان، بیروت، دار ابن کثیر، ص: ۴۱۹، کتاب الحج، باب الخطبة أيام منى، حدیث نمبر: ۱۷۳۹۔

(۲) صحیح مسلم، ص ...

تعالی گناہ کو گناہ سے نہیں مٹاتا، وہ تو گناہ کو نیکی سے مٹاتا ہے''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن والی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:

''لَقَدْ جِئَ بِالنَّارِ، وَذٰلِكُمْ حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ، مَخَافَةَ أَنْ يُصِيبَنِي مِنْ لَفْحِهَا، وَحَتَّى رَأَيْتُ فِيهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ، يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ، كَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهِ، فَإِنْ فُطِنَ لَهُ، قَالَ: ''إِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِي''، وَإِنْ غُفِلَ عَنْهُ، ذَهَبَ بِهِ''. [۱]

ترجمہ: ''میرے سامنے جہنم لائی گئی، یہ اس وقت کی بات ہے، جب تم لوگوں نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا، میں اس خوف سے ہٹا کہ اس کی لپٹ مجھ تک نہ آجائے، یہاں تک کہ میں نے اس جہنم میں صاحبِ عصا کو دیکھا، جو جہنم میں اپنی ہڈیوں کو کھینچ رہا تھا، وہ شخص اس لاٹھی سے حاجیوں سے چوری کرتا تھا، اگر حاجی کو پتہ چل جاتا تو کہتا: ''یہ میری لاٹھی میں اٹک گیا تھا''، اگر اسے پتہ نہ چلتا تو وہ اسے لے جاتا''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ''. [۲]

ترجمہ: ''خبردار، کسی انسان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے''۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً، فَلَيْسَ مِنَّا''. [۳]

ترجمہ: ''جس نے کسی کا مال چھین لیا، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔

---

(۱) صحیح مسلم: ص: ۴۰۳، كتاب الكسوف، باب ما عرض على النبي ... الخ، حدیث نمبر: ۹۰۴۔

(۲) [illegible]

نیز نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"لَا يَأْخُذْ أَحَدُكُمْ عَصَا أَخِيهِ لَاعِبًا، أَوْ جَادًّا، فَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِيهِ فَلْيَرُدَّهَا إِلَيْهِ". [۱]

ترجمہ: "تم میں سے کوئی کھیل کود یا سنجیدگی میں اپنے بھائی کی لاٹھی نہ لے اور جو اپنے بھائی کی لاٹھی لے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے واپس کردے"۔

اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"الْمُسْلِمُ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ: مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ". [۲]

ترجمہ: "کامل مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور حقیقی مہاجر وہ ہے، جو ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے، جن سے اللہ رب العزت نے منع فرمایا ہے"۔

امام ترمذی اور امام نسائی کی روایت میں یہ اضافہ ہے:

"وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ". [۳]

ترجمہ: "مومن وہ ہے، جس سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں بے خوف اور پُرامن ہوں"۔

نیز فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَأَدْنَى صَدِيقَهُ، وَأَقْصَى أَبَاهُ،

---

(۱) حوالہ سابق: ص: ۳۵، ج: ۴، کتاب الفتن، باب ما جاء لا یحل لمسلم أن یروع مسلمًا، حدیث نمبر: ۲۱۶۰۔

(۲) صحیح بخاری

وَظَهَرَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ فَاسِقُهُمْ، وَكَانَ زَعِيْمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ، وَالْمَعَازِفُ، وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيْحًا حَمْرَاءَ، وَزَلْزَلَةً، وَخَسْفًا، وَمَسْخًا، وَقَذْفًا، وَآيَاتٍ، تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ، قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ". [۱]

ترجمہ: ''جب مال غنیمت کو ذاتی ملکیت سمجھا جائے، امانت کو غنیمت سمجھا جائے، زکات کو تاوان سمجھا جائے، دین کا علم دنیوی مقصد کے تحت حاصل کیا جائے، آدمی اپنی بیوی کی فرماں برداری کرے اور ماں کی نافرمانی کرے، اپنے دوست سے اچھا سلوک کرے اور باپ کے ساتھ زیادتی کرے، مساجد میں بدعتوں کا ظہور ہو، قبیلے کا سردار فاسق شخص ہو اور سب سے بدترین شخص قوم کا رہنما ہو جائے، آدمی کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کی جائے، گانے بجانے والیاں اور آلات موسیقی عام ہو جائے، شراب پی جائے، امت کے آخری زمانے کے لوگ پہلے کے لوگوں کو برا کہنا شروع کردیں، تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلے، چہرے مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر نازل ہونے کا انتظار کرو، یہ نشانیاں اس طرح پے در پے ظاہر ہوں گی، جیسے کسی ہار کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو دانے بکھر جاتے ہیں''۔

اس کے علاوہ کئی واضح وروشن احادیث موجود ہیں، اسی لیے ائمہ کرام نے حج کی فرضیت وسقوط کے بارے میں اس حد تک اختلاف کیا ہے کہ راہ داری کی اجرت یا ٹیکس کی صورت میں حج لازم نہیں ہے۔

حنفی علما کے دلائل

’’درمختار‘‘ میں ہے: ’’کیا راستے میں جو ٹیکس، چنگی اور بطور راہ داری لیا جاتا ہے، وہ (حج کے ساقط ہونے کے لیے) عذر ہے، یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں دو قول ہیں، معتمد قول یہ ہے کہ یہ عذر نہیں ہے۔[۱]

حضرت ملا علی قاری نے حافظ کرمانی کے حوالے سے ’’شرح مناسک‘‘ میں نقل فرمایا ہے:

’’اگر اپنے مال اور نفقہ میں سے کچھ دیے بغیر سفرِ حج طے کرنا ممکن نہ ہو، جیسے کہ ٹیکس وغیرہ تو ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ یہ (حج کے ساقط ہونے کے لیے) عذر ہے، یعنی اس عذر کے ہوتے ہوئے حج فرض نہیں ہوگا، حتیٰ کہ علمائے کرام نے فرمایا کہ: ’’ظالموں کو ٹیکس دینے پر گنہ گار ہوگا اور اس کے لیے جائز ہے کہ اس مکان سے لوٹ جائے، جہاں سے ٹیکس اور راہ داری کی اجرت لی جاتی ہے، یعنی ٹیکس دینے سے پہلے‘‘۔

’’قنیہ‘‘ اور ’’مجتبیٰ‘‘ میں ہے: ’’علامہ حریری نے فرمایا کہ: ’’حج پر قدرت رکھنے والے شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اس ٹیکس کے سبب حج سے رک جائے، جو قافلے سے لیا جاتا ہے، اسی طرح اگر راستے میں راہ داری کی اجرت لی جاتی ہو‘‘، حریری کے علاوہ علما نے فرمایا کہ: ’’حج واجب ہوگا، اگرچہ معلوم ہو کہ ٹیکس لیا جائے گا اور اسی پر اعتماد ہے‘‘۔[۲]

بہر حال فقہائے احناف کے درمیان ٹیکس اور راہ داری کی اجرت کی بنیاد پر فرض حج کے وجوب اور عدم وجوب میں اختلاف ہے، اگرچہ فرض حج کے سلسلے میں معتمد قول یہ ہے کہ ٹیکس دینا جائز ہے اور بلا شبہ اس کا گناہ ٹیکس لینے والے پر ہوگا، نہ کہ دینے والے پر۔

❁❁❁

مالکی علما کے دلائل

مالکیوں نے ''مختصر سیدی خلیل'' اور اس کی ''شرح دردیر'' اور ''حاشیہ دسوقی'' پر اعتماد کیا ہے، اس میں ہے:

''راستہ روکنے والے کو مال دینا جائز نہیں ہے، یعنی حرام ہے، راستہ چھوڑنے کے لیے، اگر چہ تھوڑا ہو، اگر روکنے والا کافر ہو، اس لیے کہ یہ مسلمانوں کی توہین ہے اور ابن عرفہ نے جواز کا استظہار کیا، ان کا کہنا ہے کہ کافروں کے روکنے کی وجہ سے لوٹ جانے کی کم زوری یہ مال دینے سے زیادہ سخت ہے اور ''إن کفر'' کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ مسلمان کو دینا جائز ہے اور دینا واجب ہے، جب کہ مال کی مقدار کم ہو اور وہ وعدہ خلافی نہ کرتا ہو۔

روکنے والے کے ساتھ قتال کے جواز اور عدم جواز پر مطلقاً تردد ہے، خواہ مسلمان ہو، یا کافر، جب کہ روکنے والا حرم میں ہو اور اپنی جانب سے قتال کی ابتدا نہ کرے، ورنہ اتفاقاً قتال جائز ہے اور جب بات کافر کی ہو، تو تردد کی کوئی گنجائش نہیں۔

ماتن کا قول ''لأن وهن الرجوع بصده أشد من إعطاءه'' شارح نے کہا: ''اس بات کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ مال دینا جزیہ کی طرح ذلت پر راضی ہونا ہے اور میدان جنگ سے لوٹنا دین کو کم زور نہیں کرتا اور اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آقا ﷺ اور صحابہ سے مال دینے کے بجائے میدان جنگ سے رجوع ثابت ہے اور ماتن کا قول ''جواز الدفع لمسلم'' یعنی مسلم کو دینا جائز ہے، خواہ تھوڑا ہو، یا زیادہ، لیکن تھوڑا مال دینا واجب ہے، جب کہ وعدہ خلافی نہ کرے، برخلاف زیادہ مال کے، کیوں کہ وہ دینا مطلقاً جائز نہیں''۔[۱]

بہر حال مال دینا جائز ہے اور گناہ لینے والے پر ہوگا، اس لیے کہ اسی نے مسلمانوں کو راستہ چلنے سے روکا ہے، نہ کہ دینے والے پر کہ وہ دفعِ ظلم کے لیے رشوت دینے والے کی طرح ہے، ابن قیم نے ''کتاب الروح'' کے اکیسویں مسئلے میں لکھا ہے:

''ہدیہ اور رشوت کے درمیان فرق قصد وارادہ کا ہے، اگر چہ وہ دونوں صورت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، اس لیے کہ رشوت دینے والا رشوت کے ذریعے حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کا قصد کرتا ہے اور یہی وہ رشوت دینے والا ہے، جو بزبانِ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملعون ہے، تو اگر کسی نے خود سے دفعِ ظلم کے لیے رشوت دی تو رشوت لینے والا لعنت کے ساتھ خاص ہو جائے گا''۔[۱]

''اصل سیدی خلیل'' میں ہے:

''مگر یہ کہ ظالم سے اپنا حق لینے کے لیے رشوت دینا جائز ہے، جب کہ مال کی مقدار کم ہو اور وہ وعدہ خلافی نہ کرے، یہ مسئلہ مال والے مفہوم مخالف سے مستثنیٰ ہے، یعنی اگر دینے والے کو مال پر امان نہ ہو تو اس سے حج ساقط ہو جائے گا''۔[۲]

مگر ظالم چور یا ٹیکس وصول کردہ سے حق حاصل کرنے کے لیے جو کم ہو، یعنی جائز نہیں ہے اور ماتن کا قول ''آخذ ھذا المقدار لا غیرہ'' [اتنی مقدار اس سے زیادہ نہ ہو] یعنی اس سے (مال دینے کی) معروف عادت کو جانا گیا، جیسا کہ اس پر شارح نے متنبہ کیا ہے''۔

اسی طرح ''مختصر سیدی خلیل'' کے حاشیہ اور ''شرح خرشی'' میں ہے:

''روکنے والے کو مال دینا جائز نہیں، اگر وہ کافر ہو، یعنی حج سے روکنے والے کو مال دینا جائز نہیں، خواہ تھوڑا مال ہو، یا زیادہ، تاکہ حاجی مکہ یا غیر مکہ تک پہنچ سکے، کیوں کہ اس میں رسوائی ہے، جو مسلمانوں کو اذیت پہنچاتی ہے اور جس میں وہ مبتلا ہے اسے تقویت پہنچانا

ہے، یہی مشہور ہے اور مسلمان روکنے والے کو مال دینا جائز ہے، بل کہ واجب ہے، اگر وہ تھوڑے مال کا مطالبہ کرے، جیسے ظالم سے حق لینے کے لیے مال دینا، جیسا کہ ماتن کا قول "إلا لآخذ ظالم ما قل لاینکث" کے تحت گزرا اور ماتن کے قول "لایجوز الخ" میں نہی ابن شاس وابن حاجب کے نزدیک تحریم پر محمول ہے اور سند کے نزدیک کراہت پر محمول ہے"۔[۱]

شافعی علما کے دلائل

عظیم شافعی عالم حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں:

''دوسرا یہ کہ ٹیکس دے کر اللہ عزوجل کے دشمن کی مدد نہ کرے اور وہ مسجد حرام سے روکنے والے مکہ کے امرا اور وہ اعرابی (دیہاتی) ہیں، جو راستے میں گھات لگا کر بیٹھتے ہیں، اس لیے انھیں مال دینا ظلم پر ان کی مدد کرنا ہے اور اسباب مہیا کر کے ان کے لیے آسانی کرنا ہے اور یہ خود اس کام میں مدد کرنے کے قائم مقام ہے۔

لھذا اس سے چھٹکارے کی تدبیر کرنی چاہیے، اگر اس پر قادر نہ ہو تو بعض علمائے کرام فرماتے ہیں: ''اگر نفلی حج چھوڑ دے اور راستے سے واپس آجائے تو یہ ظالموں کی مدد کرنے سے افضل ہے، کیوں کہ یہ بدعت ہے، جو بعد میں ایجاد ہوئی، اگر ان لٹیروں کی بات مان لی جائے تو یہ عام رواج بن جائے گا، نیز جزیہ دینے کے سبب مسلمانوں کی ذلت ورسوائی ہے''۔[۱]

تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ ٹیکس کا شمار جزیہ میں ہے، اسے لینے والا اللہ کا دشمن ہے، اسے دینا ظلم پر تعاون ہے اور اللہ رب العزت نے گناہ وزیادتی پر تعاون کو حرام فرمایا ہے۔

علامہ شیخ محمد بن سلیمان کردی مدنی شافعی نے اپنے فتاوی میں فرمایا، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''''تحفہ'' میں فرمایا کہ اگر حاجی کے ساتھ خوف لاحق ہو، تو حج اس کے ذمہ واجب نہیں ہوگا، جیسا کہ میں نے اسے ''حاشیہ'' میں بیان کیا ہے۔

لھذا اگر کسی ایسے گھات لگانے والے کا خوف ہو، جو راستوں اور گاؤں میں حجاج

کی تاک میں رہتا ہو اور ظلمًا ان سے کچھ چھین لیتا ہو تو ان پر حج لازم نہیں ہے''۔[۱]

ہمارے ائمہ رحمہم اللہ تعالی نے فرمایا: ''مگر یہ کہ مال کم ہو، امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مغنی'' میں استطاعت کی بحث میں ہے: ''اگرچہ معمولی ٹیکس ہو[۲]، اسی طرح اس کی شرح میں تنبیہ کرتے ہوئے ہے اور ''مغنی'' میں ایک دوسرے مقام پر ہے: ''دو تین درہم کی وجہ سے احرام نہ کھولے''۔[۳]

گویا علامہ خطیب تفریق کر رہے ہیں کہ احرام باندھنے سے پہلے یہ مانع وجوب ہے، اگرچہ کم ٹیکس ہو اور احرام باندھنے کے بعد اس ٹیکس کی وجہ سے احرام نہ کھولے، یا یہ کہ ''یسیر'' سے مراد دو تین درہم سے زائد ہو تو قلت کا حکم دو تین درہم کی نسبت ہوگا اور مطلق کلام کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔[۴]

پھر چند سطروں کے بعد فرمایا: ''آپ نے جانا کہ ذہبی سے عدم قید کی مناہی اور ان کی تعلیل انھیں کے قول سے منقول ہے، اس لیے نسک کی ادائیگی میں ظلم کا روا رکھنا جائز نہ ہونا بھی واضح ہے''۔

''اصل روضہ'' میں ہے:

''اگر وہ تھوڑے سے مال کے طلب گار ہوں اور روکنے والے مسلمان ہوں، تو حاجیوں کے لیے احرام کھولنا جائز ہے اور اگر روکنے والے کفار ہوں تو امام غزالی نے اس کے وجوب کا حکم دیا ہے الخ''۔[۵]

---

(۱) شہاب الدین احمد بن محمد بن حجر ہیتمی، تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ص: ۱۰، ج: ۲، کتاب الحج۔

(۲) شمس الدین محمد بن محمد خطیب شربینی، مغنی المحتاج لمعرفۃ معانی ألفاظ المنہاج، تح: علی محمد معوض، عادل احمد عبدالموجود، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء، ص: ۲۱۴، ج: ۲، کتاب الحج۔

پھر کچھ سطروں کے بعد فرمایا:

''حاصلِ کلام یہ ہے کہ بے شک جس عمل کے وہ متقاضی ہیں، وجوب مناسک حج سے مانع ہر چیز احرام سے نکلنے کا جواز فراہم کرتی ہیں، واللہ اعلم''۔

امام مناوی نے ''اتحاف الناسک'' میں فرمایا:

''جس شخص کو اپنے مال پر اندیشہ ہو، جس مال کی اسے سفر کے لیے حاجت ہے، نہ کہ تجارت کے لیے، یہاں تک کہ تاک میں رہنے والا تھوڑے مال کی تاک میں ہو، تو اس پر علمائے شافعیہ کے نزدیک حج لازم نہیں ہے''۔[1]

حنبلی علما کے دلائل

''اقناع'' اور اس کی شرح میں امام احمد بن حنبل کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''ٹیکس لینے والا اللہ کا دشمن ہے اور اسے ٹیکس دینا ظلم پر مدد کرنا ہے اور اللہ تبارک وتعالی نے گناہ وزیادتی پر مدد کرنے کو حرام فرمایا ہے''۔

''اقناع'' اور اس کی شرح میں امام احمد بن حنبل کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''حج کے لازم ہونے کے لیے شرط ہے کہ راستے میں رہ نمائی کی اجرت نہ ہو، پس اگر یہ اجرت ہلکی ہو تو حج لازم ہوگا، ایسا موفق اور مجد نے کہا ہے، اس لیے کہ یہ ہلکا ضرر ہے، جو قابلِ برداشت ہے''۔

مصنف کے پوتے نے کہا ہے: ''اجرت جائز ہے، جب کہ پناہ دینے والے سے بچنے کے لیے اس کی حاجت ہو اور حاجت نہ ہونے کی صورت میں جائز نہیں، جیسا کہ بادشاہ رعایا سے لیتے ہیں''۔

جمہور نے کہا کہ: ''اجرتِ راہ بری کی صورت میں حج لازم نہیں ہوگا، اگرچہ یہ اجرت معمولی ہو، اسے ''مبدع'' میں ذکر کیا ہے اور ''منتھی'' کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہے، اس لیے کہ یہ رشوت ہے، لھذا عبادت میں اس کا خرچ کرنا لازم نہیں''۔[۱]

حضرات حنابلہ کی معتبر ومستند کتابوں میں سے ''منتھی'' اور اس کی شرح میں ہے:

''اور (حج لازم ہونے کے لیے) بلا اجرت راستہ چلنے کا امکان شرط ہے، لھذا اگر بلا اجرت راستہ چلنا ممکن نہ ہو تو حج واجب نہیں ہوگا، اگرچہ ہلکی اجرت ہو، ان کے ظاہر کلام

کے مطابق‘‘۔[۱]

’’اقناع‘‘ کے ’’باب الاحصار‘‘ اور اس کی شرح میں ہے:

’’اگر دشمن حاجیوں کے لیے راستہ خالی کرانے پر راہ داری (چوکی داری کی اجرت) کا مطالبہ کرے اور دشمن ان میں سے ہو، جن کے امان پر اس کے فریب دہی کی عادت کی بنا پر اعتماد نہ ہو تو راہ داری (چوکی داری) کے طور پر مطلوبہ مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

اس لیے کہ مقصود تک رسائی کے بغیر مال کو ضائع کرنا ہے اور اگر اس کا امان دینا قابلِ اعتماد ہے، مگر راہ داری (چوکی داری) کی رقم زیادہ ہے، تب بھی اس کا یہی حکم ہے کہ ضرر یعنی مال کے نقصان کی وجہ سے خرچ کرنا واجب نہیں ہے، بل کہ راہ داری (چوکی داری) کے طور پر خرچ کرنا مکروہ ہے، اگر دشمن کافر ہے، کیوں کہ ایسی صورت میں اپنی ذلت ورسوائی اور کفار کو تقویت پہنچانا ہے اور اگر راہ داری (چوکی داری) کی اجرت قلیل ہو تو مذہب کا قیاس یہ ہے کہ مال خرچ کرنا راہ داری (چوکی داری) کے طور پر واجب ہے، ایسا موفق اور شارح نے کہا ہے اور ’’تصحیح الفروع‘‘ میں اس کی تصحیح کی ہے، کیوں کہ یہ ضرر ہلکا ہے، جیسا کہ وضو کا پانی‘‘۔

اصحاب کی ایک جماعت نے کہا ہے:

’’کسی بھی حال میں راہ داری (چوکی داری) کے طور پر خرچ کرنا واجب نہیں ہے، جیسا کہ ابتداے حج میں خرچ کرنا لازم نہیں ہے، جب کہ بغیر راہ داری (چوکی داری) کے محفوظ و مامون راستہ نہ پائے‘‘۔

’’منتہی‘‘ اور اس کی شرح میں مذکورہ باب میں ہے:

’’اگر جہاد کی حاجت درپیش ہو یا مطلقاً مال کثیر یا کسی کافر پر مال قلیل خرچ کرنے کی ضرورت کا سامنا ہو تو احرام سے باہر آنا جائز ودرست ہے، کسی مسلمان کے لیے مال قلیل خرچ کرنے کی حاجت کے پیش نظر احرام سے نکلنا جائز نہیں، کیوں کہ اس کا نقصان معمولی

ہے''۔[۱]

پس علما وائمہ کے کلام سے ٹیکس یا راہ داری کی صورت میں حج کی فرضیت اور اس کے لازم ہونے کے متعلق اختلاف واضح ہوگیا، رہا نفلی حج تو علما کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے، بل کہ بعض علما کے نزدیک ٹیکس دینے والا بالاتفاق گنہ گار ہوگا۔

لھذا کیسے یہ بھاری بھرکم ٹیکس جائز ہوسکتا ہے، جس کو ہر مسلمان برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور اس میں اللہ کے حکم کی نافرمانی ہے، فرمان خداوندی ہے:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾. [پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت: ۹۷]

ترجمہ: ''اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے، جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو''۔

اور ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۵]

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنایا اور تم ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید فرمائی کہ وہ میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے خوب پاک صاف رکھیں''۔

اور فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ

---

(۱) [illegible]

فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۲۷]

ترجمہ: ''اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردو، وہ تمھارے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی پتلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں''۔

اللہ تبارک وتعالی کے مذکورہ حکم کا جاری ہو پانا کیسے ممکن ہوگا، جب یہ حالت ہے، پیدل چلنے والوں اور سواروں کو مقررہ گراں ٹیکس کی عدم ادائیگی کے سبب روکا جارہا ہے اور بہت سے زائرین کو ٹیکس کی عدم ادائیگی اور عدم قدرت کے سبب لوٹا دیا گیا ہے، جو ٹیکس عہد حاضر میں عائد کیا گیا ہے، وہ بہتے سمندر کی طرح ہے اور مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کررہا ہے، فَلَا حَوْلَ، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

صحیح روایات سے ثابت ہے کہ مسلمانوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ان کے دو کپڑوں کے بارے میں سوال کیا تھا، چنان چہ لوگوں نے آپ سے کہا: ''آپ دو کپڑے زیب تن کیے ہوئے ہیں، حالاں کہ ہم میں سے ہر کسی کے پاس صرف ایک کپڑا ہے؟ اس پر آپ نے اپنے صاحب زادے عبد اللہ کو بلایا اور انھوں نے بتایا کہ دوسرا کپڑا ان کا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، تاکہ وہ حضرت خالد کی دولت وثروت کی تفتیش کریں۔

تو کیا مسلمانوں کو یہ حق واختیار نہیں کہ وہ سعودی حکومت کے ارکان سے دریافت کرسکیں کہ بلاد مقدسہ کی آمدنی کہاں خرچ کی جاتی ہے؟ کیا وہ واقعی اہلِ حرمین کے مصالح ومنافع پر خرچ کی جاتی ہے، یا دوسری چیزوں میں؟ کیا اس میں کسی طرح کا تنعم یا فضول خرچی ہورہی ہے؟

اس موضوع پر عالم اسلام کے علما کے فتاوے ہم تک پہنچے اور ''اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ'' کے پیش نظر اور مسلمانوں پر لازم حق وصبر کی تاکید کے پیش نظر ہم ان فتاوی کو عالمِ اسلام

پہنچانے اور ان کے کندھوں کو بوجھل کر دینے سے کنارہ کش ہو جائیں اور ہر شوق مند و رغبت رکھنے والے کے لیے حج کا آسان راستہ مہیا کریں، اللہ توفیق اور درستگی عطا فرمانے والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِهِ، وَصَحْبِهِ وَسَلَّمْ.

محمد عبد العلیم صدیقی

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِهٖ، وَأَصْحَابِهٖ وَالتَّابِعِیْنَ.

امابعد!

اے گروہِ علما! فریضۂ حج کی ادائیگی کا ارادہ رکھنے والے شخص پر ٹیکس لگانے کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے، جو آفاقی کو شہر حرام میں داخل ہونے سے منع کرے اور فریضۂ حج کی ادائیگی سے روک دے، جب وہ یہ ٹیکس ادا کرنے سے عاجز ہو، کیا اِس شخص کے اور اُس شخص کے درمیان کوئی فرق ہے، جو جمعہ کے دن مسجدوں کے دروازے پر سپاہی مقرر کر دے، جو نمازیوں کو مسجد میں داخل نہ ہونے دیں، وہ ٹیکس ادا کرنے کے بعد ہی اجازت دیں، اس دلیل کے ساتھ کہ یہ مسجد کی حفاظت اور اس کی اصلاح کے لیے لیا جا رہا ہے، کیا اسلاف کے زمانے میں ایسا کوئی واقعہ پیش آیا ہے؟

(۲) کیا اِسی دلیل سے فریضۂ حج کے ساتھ مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی نیت رکھنے والے شخص پر ٹیکس مقرر کرنا جائز ہے؟

(۳) کیا خانۂ کعبہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھنے والے شخص پر خانۂ کعبہ کی خدمت کے لیے ٹیکس مقرر کرنا جائز ہے؟ نیز کیا حجر اسود کو چومنے کی نیت رکھنے والے شخص سے رشوت لینا، یا حجر اسود کو چومنے سے روکنا جائز ہے؟

(۴) کیا طواف کرنے والوں کو زبردستی مطاف سے دور کرنا جائز ہے، جب بادشاہ، یا اس کا کوئی حاشیہ بردار طواف کرنا چاہے؟

(۵) کیا مسعیٰ کو گاڑیوں کی گزرگاہ کے طور پر استعمال کرنا، اس میں گاڑیوں کا کھڑا کرنا، بیوپاریوں کا بکھرے رہنا، اس وجہ سے سعی کرنے والوں کو واجب کی ادائیگی سے روک دینا جائز ہے؟

الجواب

نقل فتوی صدر الافاضل، استاذ العلما، حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، بانی - جامعہ نعیمیہ، مراد آباد۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے، جس نے خانۂ کعبہ کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنایا، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنایا، حرم کو امان دینے والا بنایا اور ان میں کریم رسول کو بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انھیں پاک کرتے ہیں، آپ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر دائمی درود و سلام کا نزول ہو۔

(۱) یہ ٹیکس بدعت شنیعہ قبیحہ ہے، اس کا لینا حرام ہے اور اس کے غیر کا حکم دینا ہے، جسے اللہ تعالی نے نازل فرمایا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ". [۱]

ترجمہ: "جنت میں ٹیکس وصول کرنے والا داخل نہیں ہوگا"۔

یعنی جو شخص لوگوں سے بھتہ وصول کرے اور "صَاحِبُ مَكْسٍ" سے مراد عشر سے زیادہ بطور قہر وصول کرنا ہے، جو کہ ظلم ہے، حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ". [۲]

ترجمہ: "بے شک بدترین حاکم ظالم بادشاہ ہے"۔

"حُطَمَة" سے ظلم کرنے والا حاکم مراد ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوحرہ رقاشی سے روایت کیا، انھوں نے اپنے چچا سے

---

(۱) سنن [illegible]

روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”أَلَا لَا تَظْلِمُوا، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ“.[۱]

ترجمہ: ”خبردار! کسی پر ظلم نہ کرو، خبردار! کسی انسان کا مال اس کی دلی رضا مندی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے“۔

مسلمان کے مال کو بطور قہر لے لینا ”نُهْبَة“ [لوٹ مار] کہلاتا ہے[۲] اور وہ ممنوع وحرام ہے، اس کی مذمت میں کثیر احادیث وارد ہوئی ہیں۔

یہ اس وقت ہے، جب کہ صرف ایک مرتبہ لیا جائے، لیکن [ہر مرتبہ] ٹیکس مقرر کر دینا، یہ تو ظلم عظیم اور قیامت کی نشانی ہے، جیسا کہ ”صحیح بخاری“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ“.[۳]

ترجمہ: ”لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کس طریقے سے حاصل کیا، حلال ذریعہ سے یا حرام ذریعہ سے“۔

اس طمع فاسد کی وجہ سے حاجیوں کو شہر حرام میں داخل ہونے سے منع کرنا، انھیں حج سے روک دینا ظلم وقہر ہے اور کتاب اللہ کی مخالفت ہے، چنان چہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا﴾. [پارہ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴]

---

(۱) مسند احمد: ص: ۲۹۹، ج: ۳۴، مسند البصريين، حديث عم أبي حرة الرقاشي، حدیث نمبر: ۲۰۶۹۵، شعب الایمان بیہقی: ص: ۳۸۷، ج: ۴، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، حدیث نمبر: ۵۴۹۲۔

(۲) محمد طاہر صدیقی فتنی، مجمع بحار الأنوار في غريب التنزيل، ولطائف الأخبار، بھارت،

ترجمہ: ”اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے“۔

مومن کو حج سے روکنا اور مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کرنا مشرکینِ مکہ کی سنت ہے کہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو ابتدائے اسلام میں مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روک دیا تھا اور حدیبیہ کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام کو حج کرنے اور خانۂ کعبہ میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا، جب اللہ تبارک وتعالی کے ذکر کے ذریعہ اس کی آبادکاری اور نماز پڑھنے سے روک دیا تو گویا اسے ویران کرنے کی کوشش کی، جیسا کہ ”تفسیر لباب التاویل“[۱] میں ہے۔

جو ان کے نقشِ قدم پر چلے گا، اس کا شمار انھیں میں ہوگا اور اِس شخص کے اور اُس شخص کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، جو جمعہ کے دن مسجدوں کے دروازے پر سپاہی مقرر کر دے، ٹیکس کی ادائیگی کے بغیر نمازیوں کو نماز پڑھنے سے روکنے کے لیے، مسجد کی حفاظت اور دیکھ بھال کا حیلہ بیان کرتے ہوئے، بل کہ یہ اس سے بھی زیادہ برا ہے، سلف صالحین کے زمانے میں اس کے مثل کوئی واقعہ نہیں ہوا، سوائے اس کے کہ یہ مشرکین کا عمل تھا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۲۵]

ترجمہ: ”بے شک وہ جنھوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں اللہ کی راہ اور اس ادب والی مسجد سے، جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے، وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے“۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهَذَا الْبَيْتِ، وَصَلَّى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ، أَوْ نَهَارٍ“.[۱]

ترجمہ: ”اے بنی عبد مناف! اس گھر (کعبہ) کا طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے کسی کو نہ روکو، شب وروز کے جس حصہ میں بھی وہ کرنا چاہے کرنے دو“۔

(۲) جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ اللہ تعالی کے ارشاد ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ﴾ الخ کے حکم کے تحت داخل ہے۔

”تفسیر مدارک التنزیل“ میں ہے کہ:

”یہ حکم جنسِ مساجد کے لیے عام ہے، بے شک مساجد میں اللہ کے ذکر سے روکنے والا ظلم میں حد سے بڑھا ہوا ہے، تو جواز کہاں ہے؟ اور یہ گراں بار ٹیکس لوگوں پر حد درجہ قبیح اور دشوار ہے اور ان کے حق میں ڈاکوؤں کے حملے سے زیادہ مضر ہیں“۔

(۳) جائز نہیں، کیوں کہ رشوت حرام ہے۔

(۴) بالکل جائز نہیں، اس لیے کہ تمام لوگ اللہ تعالی کے بندے ہیں اور طواف کرنے والوں کو طواف کرنے سے منع کرنا اور مطاف سے باہر نکالنا ظلم اور مسجد کو ویران کرنے کی سعی ہے اور بادشاہ کی تعظیم کی وجہ سے مخلوق کی عبادتوں میں خلل ڈالنا سخت شنیع ہے۔

(۵) جائز نہیں ہے، بل کہ حاکم پر اسے سختی کے ساتھ روکنا لازم ہے، اس لیے کہ یہ سعی کے معطل کرنے اور سعی کرنے والوں کے خشوع وخضوع کے زوال کا سبب ہے اور انھیں ضرر خطیر زخموں اور اعضا کے ٹوٹنے کی شکل میں لاحق ہوسکتا ہے، حتی کہ ہلاک ہونے کی جانب مؤدی ہوسکتا ہے اور وہ (سعی کرنے والے) اس کی وجہ سے اپنے دلوں میں تنگی اور بڑی تشویش محسوس کریں گے۔

نے لکھا، اللہ اس کے علم ویقین میں اضافہ فرمائے۔آمین (مہر)

❁❁❁

نقل جواب صدر الشریعہ، فقیہ اجل، علامہ، مولانا، شیخ، ابوالعلا محمد امجد علی اعظمی رضوی أدام اللّٰہ فیضہ القوي۔

بلاشبہ نجدی حکومت کا حج کا ارادہ رکھنے والے شخص پر ٹیکس لگانا اور ٹیکس کی ادائیگی کے بغیر زمینِ حرم میں داخل ہونے سے اسے منع کرنا صریح ظلم اور اللہ کی راہ سے روکنا ہے اور اللہ تعالی کے ارشاد: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۱۴] کے حکم میں داخل ہونا ہے۔

افسوس ہے اس شخص پر جو سنت رسول کی پیروی کا دعوی کرتا ہے اور کتاب اللہ اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پس پشت ڈال دیتا ہے، کیا ہی برا کام ہے، جو انھوں نے اپنی جانوں کے ساتھ کیا اور انھیں علم نہیں۔

فقیر ابوالعلا امجد علی اعظمی عفی عنہ

❁❁❁

نقل جواب شریف النسل، فقیہ، محدث، علامہ جلیل، مولانا سید محمد اشرفی جیلانی، محدث- جامعہ اشرفیہ، درگاہ کچھوچھہ مقدسہ، فیض آباد۔

معوذاً، ومبسملاً، ومحمدلاً، ومصلیًا، ومسلمًا محمداً.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ تعالی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھنے والے کے لیے کوئی شک نہیں کہ حاجی اور عمرہ کرنے والے شخص پر ٹیکس مقرر کرنا مساجد میں اللہ کے ذکر سے روکنا اور ذکرِ خدا کے دروازوں کو بند کرنا ہے اور:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي

اس کا حکم لگانا ہے، جو اللہ نے نازل نہیں کیا، جو کہ شریعت مبارکہ میں جائز نہیں:

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾. [پارہ ٦، سورة المائدة، آیت: ۴۵]

ترجمہ: ''اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے، جو اللہ نے نازل کیا، تو وہی لوگ ظالم ہیں''۔

﴿فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾. [پارہ ٦، سورة المائدة، آیت: ۴۷]

ترجمہ: ''تو وہی لوگ فاسق ہیں''۔

﴿فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾. [پارہ ٦، سورة المائدة، آیت: ۴۴]

ترجمہ: ''تو وہی لوگ کافر ہیں''۔

ایمان لانے، پرہیز گاری اختیار کرنے اور اپنے بلند رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرنے والے شخص پر مخفی نہیں کہ یہ یہود ونصاری کی ایجادات میں سے ہے اور ایسا ظلم ہے، جس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور جو شخص دین اسلام میں کوئی ایسی بات نکالے، جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ومطرود ہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حجّاج بن یوسف نے کثرتِ ظلم کے باوجود حاجیوں پر ٹیکس مقرر نہیں کیا، تو آپ کی کیا رائے ہے ان زمانوں کے متعلق، جس کے خیر ہونے کی شہادت دی گئی ہے؟

سن لیجیے! آپ قرونِ ثلاثہ میں اس ٹیکس اور ضرر کا نام ونشان نہیں پائیں گے، کیا ٹیکس مقرر کرنے والا خوف نہیں کرتا کہ اللہ رب العزت ہر غالب پر غالب ہے، کسی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس اور قہر کو بندوں اور ان کے معبودِ قہار کے درمیان حاجب بنائے اور جبار بادشاہ (اللہ تعالی) کے گھر میں اپنے حکم کا اظہار کرے، کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ حی قیوم کی نشانیوں والے شہروں میں بدعت شنیعہ کا ایجاد کرے:

ترجمہ: ’’جو شخص اسلام میں برا طریقہ نکالے، تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور تمام عمل کرنے والوں کا گناہ ہوگا، بغیر ان کے گناہ میں کمی کے‘‘۔

اللہ تعالی ہماری اور تمام مسلمانوں کی جانب سے مجیبِ اول کو جزاے خیر عطا فرمائے، جو ہمارے زمانے میں ملت، حق اور دین کے نعیم، استاذ العلما، صدر الافاضل، اہل سنت و جماعت اور اہل حق و یقین کے مرجع ہیں، آپ نے بہترین اور درست جواب دیا اور حق بیانی اور راست گوئی سے کام لیا اور حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟ واللّٰہ تعالی أعلم، وعلمه جل مجده أتم، وأحكم۔

اسے اپنے رب کے محتاج اور گنہ گار بندے ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی خادمِ حدیث- جامعہ اشرفیہ، کچھوچھہ مقدسہ، فیض آباد نے لکھا۔

❁❁❁

نقلِ جواب حضرت علامہ، مولانا، فقیہ، شیخ محمد شریف، شیخ الحدیث، وصدر المدرسین- دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف۔

جس شخص کی آنکھیں نورِ اسلام سے مزین ہیں، وہ جانتا ہے کہ ہمارے لیے ہدایت وسعادت مندی ہمارے سردار، ہمارے نبی اور ہمارے آقا محمد روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے نور میں ہے، نیز قرآن عظیم، روشن سنت اور اسلاف کے راستے پر چلنے میں ہے۔

بلاشبہ نجدی حکومت نے چند سالوں سے کچھ ایسے امور انجام دیے ہیں، جن کی شریعت مطہرہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔

علماے کرام نے ان کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے اور بہترین جواب تحریر فرمایا ہے، مذکورہ بالا جواب حق، مناسب اور قبولیت کے لائق ہے، ہم اس کے اعادہ کرنے میں کثیر فائدہ محسوس نہیں کرتے۔

اسے عبدِ ضعیف محمد شریف کان اللہ لہ نے تحریر کیا

نقلِ جواب حضرت علامہ مولانا ابوالاعجاز امتیاز احمد انصاری، نائب صدرالمدرسین، ومفتی- دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، درگاہ اجمیر شریف۔

مستعينًا بالله الصمد، ومستمدًا برسوله سيدنا محمد، صلى الله عليه، وعلى آله، وصحبه إلى الأبد.

امابعد!

بے شک خانۂ کعبہ کے حج کا ارادہ رکھنے والوں پر بطور قہر ٹیکس مقرر کرنا اور معینہ ٹیکس کی ادائیگی کے بغیر انھیں حرمین شریفین میں داخل ہونے سے روک دینا راہِ خدا سے روکنا اور ظلم عظیم ہے، کیوں کہ حاجیوں کی حفاظت بغیر ٹیکس ومحصول کے سلطان پر واجب ہے، رب تبارک وتعالی کے رسول صلوات الله عليه، وعلى آله، وصحبه أجمعين نے اور کسی صحابی یا تابعی نے مسلمانوں پر ٹیکس مقرر نہیں کیا۔

اسی طرح بادشاہ یا اس کے حاشیہ برداروں میں سے کسی کے طواف کے وقت زبردستی طواف کرنے والے مرد وخواتین سے مطاف کو خالی کروانا بدعت سیئہ، ضلالت شنیعہ اور سنت نبویہ کی کھلی مخالفت ہے، اسی طرح خانۂ خدا میں داخل ہونے والوں اور حجر اسود کا بوسہ لینے والوں پر بطور قہر ٹیکس لگانا بھی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهَذَا الْبَيْتِ“. [۱]

ترجمہ: ”تم کسی کو اس گھر (کعبہ) کا طواف کرنے سے نہ روکو“۔

نیز فرمایا:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا، مَا لَيْسَ مِنْهُ، فَهُوَ رَدٌّ“. [۲]

ترجمہ: ”جس نے ہمارے اس دین میں کسی ایسی چیز کا ایجاد کیا، جو اس سے نہیں ہے، تو وہ مردود ہے“۔

گاڑیوں کی گزرگاہ اور پارکنگ بنا کر مسعی کو تنگ کرنا بدعت شنیعہ ہے، سعی کرنے والے مردو خواتین کو سخت اذیت دینا ہے، اللہ تعالی مومنین ومومنات کی اس بدعت سے حفاظت فرمائے اور ظالموں کی جلدی یا تاخیر سے گرفت فرمائے ، بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

اسے اپنے قلم سے ابوالاعجاز امتیاز احمد انصاری نائب صدر المدرسین، ومفتی-دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف نے لکھا۔

❁❁❁

نقل جواب محدث، فقیہ اکمل، حضرت، علامہ، مولانا ابوالنصر محمد عابد شاہ محبددی، مفتی-شہر رام پور، وامیر حزب اللہ، ہند۔

نحمده تعالى، ونصلي، ونسلم على رسوله الكريم.

سوال میں ذکر کردہ امور اگر واقع کے مطابق ہیں، تو بلاشبہ یہ منکرات میں سے ہیں اور ہر مسلمان پر حسبِ استطاعت منکرات کو بدلنا واجب ہے، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا، فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ، فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ، فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ“.[1]

ترجمہ: ”تم میں سے جو شخص کوئی بات خلاف شرع دیکھے، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اسے ختم کردے، اگر ہاتھ سے ختم کرنے کی قدرت نہ ہو تو اسے اپنی زبان سے روکے، اگر زبان سے بھی منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو اسے اپنے دل سے برا جانے اور یہ سب سے کم زور ایمان ہے“۔

بے شک یہ ٹیکس جسے نجدی حاکم نے مقرر کیا ہے، یہ شدید ظلم اور مقرر کرنے والے اور اس کے معاونین کے لیے قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں

نجدی حاکم اور ظلم مذکور میں اس کی اعانت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا أُولَئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۱۴] (ترجمہ: "اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے، انھیں مسجدوں میں داخل ہونا مناسب نہ تھا، مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے) کے مصداق ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". [۱]

ترجمہ: "ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا"۔

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، عَبْدٌ أَذْهَبَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ". [۲]

ترجمہ: "قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں سب سے برا شخص وہ ہوگا، جس نے کسی دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت خراب کر لی ہو"۔

مراد یہ ہے کہ جو شخص لوگوں پر ظلم کرے، تاکہ اس کے ذریعہ کسی دوسرے کے لیے دنیا حاصل کرے، جیسا کہ عاملین اور ظالموں کے معاونین کرتے ہیں۔

نیز حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ مَشَى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيهِ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ، فَقَدْ خَرَجَ مِنَ

---

(۱) [illegible]

الْإِسْلَامِ". [۱]

ترجمہ: ''جو شخص ظالم کو تقویت دینے کے لیے اس کا ساتھ دے، یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے، تو وہ اسلام (کے طریقے) سے خارج ہو جاتا ہے''۔

لھذا اے نجدی! اگر تو مسلمان ہے، تو اللہ سے ڈر اور ظلم سے باز آ جا، اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔

خادم حدیث نبوی

مفتی ابو النصر محمد عابد شاہ مجددی رام پوری

امیر حزب اللہ، ہند

۞۞۞

نقل جواب عالم، فاضل، فقیہ، محققِ کامل، مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری حنفی، خطیب- جامع مسجد وزیر خان، لاہور، وامیر- مرکزی حزب الاحناف، ہند، وصدر- جمعیت عالیہ اسلامیہ، صوبہ پنجاب۔

بے شک بیت اللہ الحرام کے حج کا ارادہ رکھنے والوں پر ٹیکس مقرر کرنا ظلم ہے اور معینہ ٹیکس کی ادائیگی کے بغیر انھیں حرمین شریفین میں داخل ہونے سے روک دینا، اللہ کی راہ سے روکنا اور ظلمِ عظیم ہے، جو کہ جائز نہیں، بل کہ بغیر ٹیکس اور محصول کے حاجیوں کی حفاظت کرنا سلطان پر واجب ہے۔

فقیر حقیر

ابو الحسنات سید محمد احمد قادری حنفی

اللہ اس کی ظلم و جفا سے حفاظت فرمائے

خطیب- جامع مسجد وزیر خان، لاہور

وامیر- مرکزی حزب الاحناف، ہند

وصدر- جمعیت عالیہ اسلامیہ، صوبہ پنجاب

نقل جواب فقیہ جلیل، علامہ، فہامہ، مولانا محمد اجمل، ناظم - مدرسہ اہل سنت، ومفتی - شہر سنبھل، مراد آباد۔

أحمد محمودًا، أحمد حامدًا محمدًا، وأسلّم على أكرم العالم سرمدًا.

امابعد!

بے شک نجدی حکومت کا دعوی ہے کہ وہ آیات کریمہ میں نازل کردہ باتوں اور احادیث شریفہ میں وارد چیزوں کا حکم دیتی ہے، بدعتی امور کا حکم نہیں دیتی ہے، احکام شرعیہ کو جاری کرتی ہے، مسلمانوں کے مالوں کی محافظ ہے اور حجاج وزائرین کی حفاظت کرتی ہے، لیکن یہ دعوی باطل اور صریح جھوٹ ہے، بل کہ اس کے حکام حتی کہ سلطان بھی ان چیزوں کے علاوہ کا حکم دیتے ہیں، جو اللہ نے قرآن میں نازل فرمایا ہے اور صحیح حدیثوں کی مخالفت کرتے ہیں، نئے امور انجام دیتے ہیں، بدعت شنیعہ کا ایجاد کرتے ہیں، ظاہری سنتوں میں تحریف کرتے ہیں، مسلمانوں کا مال قہرًا لیتے ہیں، حاجیوں کو جبرًا لوٹتے ہیں، عبادتوں پر ٹیکس مقرر کرتے ہیں، نیک کاموں پر رشوت کو جائز قرار دیتے ہیں، مسلمانوں کو فریضۂ حج کی ادائیگی سے روکتے ہیں اور مقاماتِ متبرکہ کی زیارت سے روکتے ہیں۔

پس جو فتوی صدر الافاضل، فخر الاماثل، سلطان المحدثین، امام المفسرین، استاذ العلما، سند الفضلا، حافظ، حاجی، مولوی محمد نعیم الدین مرادآبادی، ناظم - جمہوریہ اسلامیہ، وبانی - جامعہ نعیمیہ، مرادآباد، متع الله المسلمین بطول بقاءه (اللہ رب العزت ان کی زندگی باقی رکھ کر مسلمانوں کو ان سے نفع پہنچائے) نے جو فتوی دیا ہے، وہ حق، صحیح اور درست ہے اور کتاب وسنت سے مدلل ہے۔

کیا ہے، لھذا یہ ظلم اور مشرکین کے عمل کی پیروی ہے، وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ۔

اسے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنے والے محمد اجمل غفر اللہ عزوجل، ناظم مدرسہ اہل سنت، ومفتی شہر سنبھل، مرادآباد نے تحریر کیا۔

❁❁❁

نقل جواب محقق کامل، مولانا محمد ابراہیم فریدی قادری، صدر المدرسین- درالعلوم شمس العلوم، بدایوں۔

مبسملًا، وحامدًا، ومصلیًا، ومسلمًا.

اے استفتا کرنے والے مومنو! اللہ ہمیں اور آپ کو ہدایت عطا فرمائے، جان لو کہ دین کے اصول چار ہیں:

(۱) کتاب اللہ

(۲) سنت رسول

(۳) اجماعِ امت

(۴) اور قیاس

انھیں سے احکام شرعیہ کلی وجزئی مستنبط ہوتے ہیں، جیسا کہ مخفی نہیں، تو ہر وہ حکم جو ان کے مخالف ہو، وہ شریعت مطہرہ کے نزدیک غیر معتمد وغیر معتبر ہوگا۔

علمائے ربانیین میں سے کسی نے مذکورہ ٹیکس کو جائز قرار نہیں دیا ہے، خلفائے راشدین مہدیین میں سے کسی نے اور قرونِ اولی سے اب تک سلاطین صالحین میں سے کسی نے حج کا ارادہ رکھنے والوں پر ٹیکس مقرر نہیں کیا اور ان میں سے کسی نے حج وعمرہ کے مُحرمین کو منع نہیں کیا، خواہ وہ آفاقی ہو، یا غیر آفاقی، مقیم ہو، یا غیر مقیم، اس لیے کہ بلد اللہ الحرام میں داخل ہونے میں وہ دونوں [مقیم وغیر مقیم] برابر ہیں، اس لیے کہ [محرم کو منع کرنا] اللہ کے فریضہ سے روکنا ہے، جو کہ کفر، ظلم اور حرام ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

ترجمہ: ’’بے شک وہ جنھوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں اللہ کی راہ اور اس ادب والی مسجد سے، جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے، وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے‘‘۔

اس آیت کی تفسیر میں ’’تفسیرات احمدی‘‘ میں ہے:

’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے اور مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، وہ مسجد حرام جسے ہم نے تمام انسانوں کے لیے مساوی بنایا، اس میں مقیم اور غیر مقیم سب برابر ہیں، انھیں دردناک عذاب دیا جائے گا‘‘۔[۱]

یہاں تک فرمایا کہ: ’’یہ جزا اس شخص کے لیے ہے، جو حرم میں معصیت کا ارادہ کرے، لھذا جو ارادہ نہیں بل کہ بالفعل معصیت کا ارتکاب کرے، اس کی کیا جزا ہوگی؟‘‘[۲]

اور جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۱۴]

ترجمہ: ’’اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے‘‘۔

جب قرامطہ کا خروج ہوا اور انھوں نے مسلمانوں پر ظلم و رشوت کے دروازوں کو کھول دیا، خاص طور پر حجاج کرام پر مظالم کرنے لگے تو اس زمانے کے علما نے حج کا ارادہ رکھنے والوں کو حج کی ادائیگی سے روک دیا اور اس سبب کے پیش نظر حج واجب نہ ہونے کا فتویٰ دیا، جیسا کہ فقہ کی کتابوں ’’قاضی خان‘‘ وغیرہ میں صراحت ہے۔

’’معالم التنزیل‘‘ میں فرمایا:

’’اگر حج کی ادائیگی میں مسلمان یا کافر دشمن کا خوف ہو، یا نگرانی کرنے والے

سے اندیشہ ہو، وہ کسی چیز کا مطالبہ کرے تو اس پر حج لازم نہیں‘‘۔[۱]

علمائے احناف نے اسی طرح فرمایا ہے اور ’’شرح ابن کمال پاشا علی الهداية‘‘، ’’حاشیہ رملی‘‘ اور ’’قاضی خان‘‘ وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

’’فتاوی ظہیریہ‘‘ میں فرمایا:

’’حج پر قدرت رکھنے والے شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ حج سے رک جائے، اس ٹیکس کی وجہ سے جو قافلہ سے لیا جاتا ہے‘‘۔[۲]

اس کے اور اس شخص کے درمیان کوئی فرق نہیں، جو روز جمعہ مسجدوں کے دروازوں پر سپاہیوں کو بھیجے، جو ٹیکس کی ادائیگی کے بعد نمازیوں کو نماز پڑھنے دیں اور مسجد کی حفاظت اور اس کی اصلاح کا حوالہ دیں۔

زمانۂ اسلاف میں اس جیسا شنیع واقعہ پیش نہیں آیا، بل کہ یہ ایک نو پید، قابلِ رد بدعت سیئہ اور مسلمانوں پر صریح ظلم ہے اور حکم یہ ہے کہ قدیم اپنے قدم پر باقی رہتا ہے، جیسا کہ علمائے اسلام کے فتاوی میں صراحت ہے، رہا حفاظت اور اصلاح کا معاملہ تو وہ سلطان اور حاکم پر اپنی امارت وحکومت کی حفاظت کے لیے واجب ہے، اس پر اجرت لینا ظاہری طور پر جائز نہیں۔

رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی زیارت اسلام کے عظیم مستحبات میں سے ہے اور حج کے بعد اس زیارت کو ترک دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ظلم ہے، جیسا کہ احادیث نبویہ میں اس کی صراحت کی گئی ہے، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

’’مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ، وَلَمْ يَزُرْنِي، فَقَدْ جَفَانِي‘‘.[۳]

ترجمہ: ’’جس نے خانۂ کعبہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر ظلم

---

(۱) ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بغوی شافعی، تفسیر معالم التنزیل، سعودیہ، ریاض، دار طیبة،

کیا"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم ابدی خسارہ کا موجب اور اللہ رب العزت کے غضب کا سبب ہے اور اس [زیارت] سے روکنے والا، خواہ کسی بھی طرح روکے نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا اور اللہ تعالی کے غضب کا شکار ہوگا، ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب سے۔

رشوت لینا حرام ہے، راشی اور مرتشی دونوں جہنمی ہیں، جیسا کہ کتابوں میں مصرح ہے۔

جائز نہیں ہے، یہ طریقۂ اسلام کے خلاف ہے، خانۂ کعبہ میں ہر مسلمان برابر ہے، بادشاہ ہو، یا فقیر ہو، حاکم ہو، یا محکوم ہو، جیسا کہ نماز کی جماعت اور فرض کی ادائیگی میں اور جو شخص اللہ کے گھر میں کسی نئی چیز کی ایجاد کرے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کا اعلان کر دیا اور وہ ذلت وپستی کا مرجع بن گیا، واللہ تعالی أعلم، هذا ما عندي الآن، وعليه التكلان۔

اسے رحیم کی رحمت سے امید رکھنے والے محمد ابراہیم قادری بدایونی غفرلہ نے تحریر کیا۔

❖❖❖

نقل جواب عالم جلیل، فاضل نبیل، علامہ، مولانا، شاہ ابو سلیمان محمد عبد المنان قادری، صدر المدرسین - مدرسہ عربیہ محمدیہ، عظیم آباد (پٹنہ)

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے، جس نے خانۂ کعبہ کو مومنین کا مرجع اور مسلمانوں کے لیے باعث شرف قرار دیا اور درود وسلام نازل ہو اس ہستی پر، جس پر آیت کریمہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي

کوئی شک نہیں کہ حج بیت اللہ کا قصد کرنے والوں پر بطور قہر ٹیکس مقرر کرنا اور معینہ ٹیکس کی ادائیگی کے بغیر انھیں حرمین شریفین میں داخل ہونے سے روک دینا قبیح بدعت، ضلالت شنیعہ، اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے روکنا ہے، یہ اللہ تعالی کے ارشاد ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۱۴] (ترجمہ: ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے'') کے تحت داخل ہے اور جس نے مسلمانوں کو مساجد میں داخل ہونے سے روک دیا، اس نے ظلم کیا، سرکشی کی اور مشرکین کے جرم اور زمرہ میں شامل ہوگیا اور اس شخص کی طرح ہوگیا، جو مسجدوں کے دروازوں پر نمازیوں کو روکنے کے لیے سپاہی بھیجے۔

لھذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ حتی الامکان اسے روکیں، تاکہ ٹیکس کا بوجھ ان سے اتار دیا جائے اور وہ کامل مومن بن جائیں، واللہ ورسولہ أعلم۔

اپنے رب کی رحمت سے پر امید گنہ گار

شاہ ابو سلیمان محمد عبد المنان حدنی قادری غفرلہ الباری

صدر المدرسین- مدرسہ عربیہ محمدیہ، عظیم آباد (پٹنہ)، ہند

[مہر]

❁❁❁

نقل جواب عمدۃ الافاضل، زبدۃ المحققین، علامہ، مولانا محمد عبد الحفیظ حقانی، مفتی شہر اکبر آباد (آگرہ)، ہند۔

(۱) (۲) (۳) اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾. [پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۸]

ترجمہ: ''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ''۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ”بے شک تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں، جیسے تمھارے اس دن کی حرمت، تمھارے اس مہینے اور تمھارے اس شہر میں ہے“۔

تو قرآن وحدیث ناطق ہیں کہ بغیر حق شرعی کے مسلمانوں کا مال لینا اور کھانا مسلمانوں پر حرام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے [ایک حدیث میں] فرمایا ہے:

”فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ، عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ“. [۱]

ترجمہ: ”جب انھوں نے یہ کام [توحید ورسالت کا اقرار، نماز کا قیام اور زکات کی ادائیگی] کرلیا، تو انھوں نے اپنے خون اور اپنے اموال کو مجھ سے محفوظ کرلیا، مگر اسلام کے حقوق کے ساتھ“۔

اس حدیث میں آپ نے صراحت فرمادی ہے کہ مسلمانوں کا خون اور مال محفوظ ہے، اسلام کے حقوق کے علاوہ اس کے درپے ہونا جائز نہیں اور آپ جانتے ہیں کہ مسلمانوں پر اسلام کا حق مال کے متعلق زکات، عشر اور خراج ہے، جسے صرف سلطان لے سکتا ہے۔

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”تم میں سے کوئی دوسرے کا مال اس طریقے سے نہ کھائے، جسے اللہ رب العزت نے جائز قرار نہیں دیا ہے“۔ [۲]

تو دوسرے طریقے میں چوری، خیانت، غصب، فاسد عقود، رشوت اور سود کا مال شامل ہے، علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”اس تقسیم سے چھ قسمیں حاصل ہوتی ہیں:

[ا] وہ مال جسے اس کے مالک کے علاوہ سے لیا جاتا ہے، جیسے: کانوں اور بنجر زمین

کو قابل کاشت بنانا۔

[۲] وہ مال جو بطور قہر لیا جائے اور اس کی حرمت نہ ہو، جیسے: فئی اور مالِ غنیمت۔

[۳] وہ مال جسے مستحق ہونے کی وجہ سے بطور قہر لیا جائے، اس شخص کے منع کر دینے پر، جس پر وہ واجب ہے، (میں کہتا ہوں: جیسے: قرض اور ودیعت)۔

[۴] وہ مال جو آپسی رضامندی سے معاوضہ کے ساتھ لیا جائے، جیسے: تجارت (میں کہتا ہوں: جیسے اجارہ)۔

[۵] وہ مال جو رضامندی سے بغیر معاوضہ کے لیا جائے، جیسے ہبہ، صدقہ اور وصیت۔

[۶] وہ مال جو بغیر اختیار کیے حاصل ہو، جیسے: میراث"۔

اس کے بعد فرمایا: "ہر وہ مال جو مذکورہ طریقے پر ہو، وہ حلال اور پاکیزہ ہوگا اور ہر وہ مال جو مذکورہ طریقے کے برخلاف ہو، وہ حرام ہوگا"۔[۱] (امام رازی کا کلام مختصراً ختم ہوا)

اب غور وفکر کر لینا چاہیے کہ حاجیوں پر ٹیکس مقرر کرنا کس قسم میں داخل ہے؟ کیا پہلی قسم میں؟ نہیں، کیوں کہ مالک موجود ہے اور مال اس کے ہاتھ میں محفوظ ہے۔

کیا دوسری قسم میں؟ نہیں، کیوں کہ حاجی مسلمان ہے اور مسلمان اور اس کے مال کی حرمت وعصمت موجود ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ". [۲]

ترجمہ: "انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال کو محفوظ کر لیا"۔

کیا تیسری قسم میں؟ نہیں، اس لیے کہ حکومت نے اپنا مال اسے بطور قرض نہیں دیا تھا اور نہ ہی حاجی کے پاس حکومت کا مال ودیعت ہے کہ وہ بطور قہر اسے واپس لے لے۔

---

(۱) ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسن بن حسین تیمی بکری، معروف بہ "فخر الدین رازی"، التفسیر الکبیر،

کیا چوتھی قسم میں؟ نہیں، اس لیے کہ رضامندی موجود نہیں اور خرید وفروخت کا انعقاد بھی نہیں، اسی طرح یہ اجارہ بھی نہیں۔

کیا پانچویں قسم میں؟ نہیں، اس لیے کہ حاجی نے اپنا مال حکومت کو ہبہ کرنے یا صدقہ کی نیت سے نہیں دیا۔

کیا چھٹی قسم میں؟ نہیں، اس لیے کہ حکومت کے افراد حاجیوں کے وارث نہیں ہیں، مزید یہ کہ حاجی زندہ ہے اور مال اس کے ہاتھ میں ہے۔

کیا ٹیکس مقرر کرنا زکات، عشر اور خراج میں داخل ہے کہ اسلام کے حق میں شامل ہو جائے؟ نہیں، بخدا! اس میں اسلام کا حق نہیں، اگر ایسا ہوتا، یعنی ٹیکس مقرر کرنا زکات وغیرہ کی طرح اسلام کا حق ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفاے راشدین اور مسلمان سلاطین نے کیوں ٹیکس مقرر نہیں کیا؟ ہم نے سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں تلاش کیا تو ہمیں اس کی کوئی مثال ونظیر نہیں ملی۔

لھذا ثابت ہوا کہ ٹیکس مقرر کرنا، اس طریقے سے مال لینے میں داخل ہے، جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز قرار نہیں دیا ہے، لھذا یہ محض باطل، سخت حرام، خالص قہر، ظلم، مال کو شرعی طریقے کے بغیر لینا اور اسلامی حق کے بغیر غصب کرنا ہے۔

مزید یہ کہ ٹیکس مقرر کرنا دردناک مار، قبیح غصب اور شنیع جرم ہے، خصوصاً اتنی بڑی مقدار میں، اس لیے کہ اکثر حجاج کرام اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے اور حج سے خود کو روک لیں گے، کیوں کہ جو شخص اس ٹیکس کی ادائیگی نہیں کرتا، وہ حرم میں داخل نہ ہو سکے گا، لھذا یہ مسجد حرام سے روکنا اور اس کو ویران کرنے کی کوشش کرنا ہے، جو کہ اللہ تعالی کے ارشاد ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴] (ترجمہ: "اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش

سب کے حق میں برابر ہے، حتی کہ جو شخص معینہ ٹیکس ادا نہیں کرتا، وہ حجر اسود کو بوسہ نہیں دے سکتا، خانۂ کعبہ میں داخل نہیں ہوسکتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کی زیارت نہیں کرسکتا۔

لھذا یہ ٹیکس خبیث اور حرام ہے اور عبادتِ خدا وزیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روکنا بدبخت کافروں کا کام ہے، لھذا انجدی حکومت کے افراد کے سینوں میں اگر دل ہے اور اس دل میں اسلام وایمان کا ذرہ برابر حصہ اور غیب جاننے والے اللہ کا خوف ہے تو وہ اس طرح کے اقدام سے باز رہیں، مسلمانوں کے دلوں کو زخمی نہ کریں اور گم راہوں و بدمذہبوں کی روش اختیار نہ کریں۔

(۴)(۵) بادشاہ یا اس کے حاشیہ برداروں میں سے کسی کے طواف کرنے کے وقت طواف کرنے والوں سے مطاف کو خالی کرانا سرکشی، تکبر، محض برتری ظاہر کرنا، سنت نبوی سے انحراف اور شرعی طریقہ سے روگردانی ہے، چناں چہ حدیث پاک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"طَافَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيْرٍ، يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنِهِ". [۱]

ترجمہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا، آپ رکن اسود کا اپنی چھڑی سے بوسہ لے رہے تھے"۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کثرتِ ازدحام اور ان کے سوالات کی وجہ سے سوار ہو کر طواف کیا"۔[۲]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ طواف کیا اور مطاف کو اپنے طواف کے لیے خالی نہ کرایا، جیسا کہ یہ امیر کر رہا ہے۔

نیز ایک دوسری حدیث میں حضرت قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ- يَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلَى بَعِيْرٍ، لَا ضَرْبَ، وَلَا طَرْدَ، وَلَا إِلَيْكَ إِلَيْكَ“. [۱]

ترجمہ: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفا اور مروہ کے درمیان ایک اونٹ پر سعی کرتے ہوئے دیکھا، نہ ہی آپ لوگوں کو مار رہے تھے، نہ ہی ہٹا رہے تھے اور نہ ہی اِدھر اُدھر ہٹنے کو کہہ رہے تھے“۔

محدث طیبی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”یعنی آپ نہ لوگوں کو مار رہے تھے، نہ ہی انھیں دور کر رہے تھے اور نہ ہی یہ کہہ رہے تھے کہ راستے سے ہٹ جاؤ، جیسا کہ بادشاہوں اور سرکشوں کی عادت ہوتی ہے“۔[۲]

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ طواف کیا، مسعی کو اپنی سعی کے لیے خالی نہ کرایا، لوگوں کو نہ ہی دور کیا اور نہ ہی اپنی سعی کے لیے ہٹایا۔

نیز علامہ طیبی فرماتے ہیں:

”مسعی اور مطاف کو خالی کرانا اور لوگوں کو خانۂ کعبہ سے دور کرنا اور ہٹانا سرکش بادشاہوں کی عادت ہے“۔

لھذا اس امیر کے لیے مناسب ہے کہ وہ متقیوں کی روش اختیار کرے، نیکوں کے راستے پر چلے، سید المرسلین کی سنت پر عمل کرے، خاتم النبیین کی سیرت اپنائے، ظالموں، جابروں اور سرکشوں کے طریقے پر نہ چلے اور مسلمانوں کا مال ظلماً لے کر اسے اپنے آرام وعیش کے لیے خرچ نہ کرے، مسجد حرام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے روکنے اور عبادتوں اور مناسکِ حج کی ادائیگی سے روکنے کا سبب نہ بنے، مطاف کو اپنے لیے خالی نہ

(۱) ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسی خسروجردی خراسانی بیہقی، السنن الکبری، تح: محمد عبدالقادر عطا،

کرائے، بل کہ لوگوں کے ساتھ طواف کرے، اس لیے کہ اجتماع میں ایسی برکتیں ہیں، جو انفراد میں نہیں۔

واللّٰه تعالی أعلم، وصلی اللّٰه علی سیدنا محمد، وعلی آله، وأصحابه مع السلام أبد الآباد.

اسے فقیر قادری محمد عبد الحفیظ حقانی مفتی دار الخلافہ اکبر آباد (آگرہ) نے تحریر کیا۔

۞۞۞

نقل جواب محقق جلیل، علامہ، مولانا احمد حسن، صدر۔محکمۂ شرعیہ، محمد آباد، ٹونک۔

(یہ جواب اسلامی ریاست ٹونک کی شرعی عدالت سے جاری کیا گیا ہے)

الجواب واللّٰه الموفق للسداد، والصواب.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حمد وصلاۃ کے بعد ہم اللہ کی مضبوط رسی کو پکڑ کر کہتے ہیں:

(۱) اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّنۡ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنۡ يُذۡكَرَ فِيۡهَا اسۡمُهٗ وَسَعٰى فِيۡ خَرَابِهَا﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴]

ترجمہ: ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے''۔

یہ حکم اس بات میں صریح ہے کہ مسلمانوں کو ٹیکس کے بہانے خانۂ کعبہ میں داخل ہونے سے روکنا ظلم ہے اور یہ ظلم قریش کے اس ظلم کی طرح ہے، جو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حدیبیہ کے سال کعبۂ معظمہ میں داخل ہونے سے روک کر کیا تھا۔

میں آفاقی حاجیوں کا دخول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد سے جاری ہے، مگر ان سے کبھی کچھ نہیں لیا گیا۔

لھذا مذکورہ ٹیکس کا حیلہ مسجد حرام کی آباد کاری سے روکنے میں واضح وصریح ہے اور مسجد حرام کو آباد کرنا حج اور افعالِ حج کی ادائیگی سے ہی ہوگا، جو کہ اسلام کی نشانیاں ہیں، نہ کہ محض عمارت تعمیر کرنے سے۔

اگر وہ بیت اللہ کی حفاظت ایجاد کردہ ٹیکس کے بغیر نہیں کر سکتے تو ان پر لازم ہے کہ وہ بیت اللہ کو مسلمانوں کے لیے چھوڑ دیں، وہ اس کی حفاظت کریں گے، کیوں کہ بیت اللہ کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر واجب ہے، فقہا فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا بیت المقدس کی زیارت کے لیے عیسائیوں سے ٹیکس لینا جائز نہیں''۔

تو جب مسلمانوں کا عیسائی سے ٹیکس لینا جائز نہیں، پس مسلمان کا مسلمان سے ٹیکس لینے کے متعلق کیا خیال ہے؟ لھذا یہ اللہ عزوجل کے ارشاد ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ...﴾ الی آخر الآیۃ کو شامل ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ حجاج کرام اس سفر میں شہر حرام کے باشندوں کو ہدیہ واجرت دیتے ہیں اور تبرکات وغیرہ خریدتے ہیں، جب حاکم ہی ان سے ظلماً ٹیکس لے لے گا تو حجاج کرام خانۂ کعبہ کے باشندوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسیوں کو کہاں سے صدقہ وعطیات دیں گے؟ تو ٹیکس لینا ان کے ضرر ونقصان کا سبب بنے گا، خانۂ کعبہ کے باشندے اسے چھوڑ کر چلے جائیں گے، یہی خانۂ کعبہ کے ویران کرنے کا باعث ہوگا اور ان پر اللہ تعالی کے ارشاد: ﴿وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا﴾ کا معنی صادق آجائے گا۔

ہم ان لوگوں پر کیوں کر نہ آنسو بہائیں، جو اس ممنوع حیلے کے ذریعے مسلمانوں کو خانۂ کعبہ میں داخل ہونے سے روک رہے ہیں؟ ان پر لازم ہے کہ گزشتہ امتوں، ان کے

لیکن انھوں نے خود راہِ خدا میں مشکل کھڑی کر دی، شیخ الادب نے سچ کہا ہے ؎

أيا أسفًا ضاع الأمور وضللت　　　شباه وحل الشر كل مكان

ترجمہ: ''ہائے افسوس! امور ضائع ہو گئے، لوگ بھٹک گئے اور شر و فساد ہر جگہ پہنچ گیا''۔

آپ کے سامنے واضح ہو گیا کہ یہ بدعت ممنوع ہے، جیسا کہ صحیحین میں ہے:

''مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا، مَا لَيْسَ مِنْهُ، فَهُوَ رَدٌّ''. [۱]

ترجمہ: ''جس نے ہمارے اس دین میں کسی ایسی چیز کی ایجاد کی، جو اس سے نہیں ہے، تو وہ مردود ہے''۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هَذَا، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى''. [۲]

ترجمہ: ''صرف تین مسجدوں کے لیے سفر کرو، مسجد حرام، میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ''۔

نیز فرمایا:

''مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ، وَلَمْ يَزُرْنِي، فَقَدْ جَفَانِي''. [۳]

ترجمہ: ''جس نے خانۂ کعبہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا''۔

اور میرے آقا روحی فدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

---

(۱) صحیح بخاری: ص: ۶۵۹، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور... الخ، حدیث نمبر: ۲۶۹۷۔

"مَنْ حَجَّ، فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ وَفَاتِي، كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي". [۱]

ترجمہ: ''جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی، گویا اس نے حالت حیات میں میری زیارت کی''۔

پہلی حدیث کی صحت پر اتفاق ہے اور دوسری دونوں حدیثیں کئی صحابۂ کرام سے متعدد طرق سے مروی ہیں، جو لائق استدلال ہیں۔

جب ان ثابت اور عالی حدیثوں پر عمل کرنا درست ہے، جیسا کہ حضور علیہ السلام کے سیاقِ کلام سے مفہوم ہے، تو اس سے منع کرنا بھی سوالِ اول اور اس کے جواب میں مذکور منع کی طرح ہے۔

(۳) سوال میں مذکور خدمت کا معاوضہ لینا جائز نہیں، رہا یہ سوال کہ یہ رشوت ہے، یا نہیں؟ تو ہم کہتے ہیں کہ ''فتاوی زینیہ'' میں ہے:

''رشوت کا لغوی معنی ہے مزدوری (کمیشن) اور اصطلاح میں رشوت کہتے ہیں: کوئی شخص حاکم یا غیر حاکم کو مال اس نیت سے دے کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کرے، یا جو وہ چاہتا ہے، اس کے بدلے اس سے کروائے''۔

پھر امام ابونصر کے حوالے سے لکھا ہے: ''رشوت وہ رقم ہے، جسے مجبور شخص اپنی اعانت و مدد کے لیے دے... الخ''۔[۲]

رشوت کی چار قسمیں ہیں، جیسا کہ کتب شرعیہ میں تفصیل موجود ہے اور یہ دینا ان دو قسموں میں داخل ہے، جن کا حاصل یہ ہے کہ دینے والا مجبور ہو، بایں طور پر کہ اسے دینا لازم ہو، اپنی جان یا اپنے مال اور ان دونوں کے علاوہ کے پیش نظر''۔[شامی کا خلاصہ ختم ہوا]

رہا یہ سوال کہ اس کا حکم کیا ہے؟ تو ہم بھی وہی حکم بیان کرتے ہیں، جو علامہ ابن عابدین شامی نے بیان کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح کے معاملات میں گناہ لینے والے پر ہوگا، نہ کہ دینے والے پر، اسی بنیاد پر جو کہ کتاب القضاء میں رشوت کی تقسیم میں جانا

گیا، لیکن جب التزام کے ساتھ ہو تو دینے سے بھی گنہ گار ہوگا... الخ''۔[۱]

ہاں حاجیوں کا انھیں ہدیہ دینا جائز ہے، اس لیے کہ وہ حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں، حج کے افعال کی طرف ان کی رہ نمائی کرتے ہیں اور انھیں شعائر حج کی ادائیگی کا طریقہ بتاتے ہیں، لیکن ہدیہ دینا حاجیوں پر واجب نہیں اور نہ ہی خدمت کرنے والے حاجیوں سے مانگ سکتے ہیں، بل کہ یہ حاجیوں کی رائے پر ہے۔

(۴) جائز نہیں ہے اور اس طرح کی کوئی چیز نبی کریم علیہ السلام، صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے زمانے میں رونما نہیں ہوئی، نیز اصل یہ ہے کہ احکام وعبادات کی ادائیگی سلف صالحین کے طریقے کے خلاف درست نہیں۔

(۵) یہ عظیم حرج، جابروں اور ظالموں والا عمل ہے، مسعی کو گاڑیوں کی گزرگاہ بنانے اور گاڑیوں کے ان میں ٹھہرانے کی حاجت کیا ہے؟ مزید یہ کہ ایسی جگہ شان وشوکت کا اظہار کرنا ہے، جہاں عاجزی وانکساری لازم وضروری ہے، لھذا اغنیا پر لازم ہے کہ پیدل رب کی بارگاہ میں آئیں اور پیدل ہی سعی کریں۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خانۂ کعبہ میں داخل ہونے، یا روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مسجد نبوی اور مقام ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کرنے والے شخص پر ٹیکس مقرر کرنا، ان سے اجرت یا رشوت لینا علماے اسلام وائمہ کرام کے درمیان بغیر کسی اختلاف کے ناجائز وممنوع ہے، جیسا کہ ''البحر الرائق''، ''شرح اللباب'' اور ''رد المحتار'' وغیرہ معتبر کتابوں میں بصراحت موجود ہے، ہاں خانۂ کعبہ کے باشندوں کو بغیر جبر والتزام کے عطیات کرنا محمود ہے اور بے شک ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم نئے معاملات کو شریعت مطہرہ کے معیار پر آزمائیں اور وہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾. [پارہ ۲۱، سورۃ الأحزاب، آیت: ۲۱]

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ". [۱]

ترجمہ: "تم پر میری سنت اور خلفاے راشدین کی سنت لازم ہے"۔

تو غور و فکر اور آزمانے کے بعد ہم مذکورہ نتیجہ پر پہنچے ہیں، واللّٰہ أعلم بالصواب، وإليه المرجع، والمآب.

احقر احمد حسن

غفرلہ ربہ ذو الطول والمنن

وحفظہ عن الشرور والفتن

۲۳؍ ذی القعدہ ۱۳۶۵ھ

نقل جواب عالم جلیل، محقق نبیل، مولانا سید ظہیر احمد برکاتی، ناظم و مہتمم- مدرسہ خلیلیہ عربیہ، محمد آباد، ٹونک۔

نَحْمَدُهُ، وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ.

امابعد!

ہم نے ایک استفتا اور اس کے دو جواب جامعہ نعیمیہ مراد آباد اور مولانا ابوالاعجاز مفتی امتیاز احمد دار العلوم معینیہ عثمانیہ کی جانب سے دیکھے، ہم نے ان دونوں کو صحیح اور درست پایا۔

بے شک حج اسلام کا ایک رکن، اس کا ستون اور مرغوب عبادت ہے، جو کہ ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر فرض ہے اور اس کی فضیلت میں وارد حدیثیں مخفی نہیں۔

لھذا ہم پر لازم ہے کہ ہم اس فریضہ کو ادا کریں، اس کا ارادہ رکھنے والے شخص کی مدد کریں اور اس کی راہ میں آنے والی ہر صعوبت کو دور کریں، بل کہ تمام مسلمان بھائیوں کو اس فریضہ کی ادائیگی کی طرف متوجہ کریں اور اس کی راہ میں راحت و سلامتی کے اسباب مہیا

اسی کا حکم اللہ نے دیا ہے اور یہ مقصود ترغیب دینے سے ہی حاصل ہوگا۔

اسی طرف اللہ تبارک وتعالی نے اپنے فرمان ﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۲۷] (ترجمہ: ''اور لوگوں میں حج کی ندا کردو، وہ تمھارے پاس حاضر ہوں گے، پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دُور کی راہ سے آتی ہیں'') سے اشارہ فرمایا ہے۔

لھذا ہم پر لازم ہے کہ ہم ہر اس کام کو ترک کر دیں، جو اس کی ادائیگی میں ترغیب وتحریض کے خلاف ہو، یعنی وہ کام جو اس کی ادائیگی میں مانع کے سبب ہوں، مسلمانوں کے لیے رغبت وشوق کی کمی کا باعث ہوں، یا ایسا بوجھ جس کی وہ طاقت نہ رکھتے ہوں، تاکہ ہم اللہ رب العزت کے ارشاد ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴] (ترجمہ: ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے'') کے مصداق نہ بنیں۔

بلاشبہ ٹیکس وغیرہ مقرر کرنا اور عبادت وخاک ساری کی جگہ شان وشوکت کا اظہار کرنا، نیز وہ تمام امور جو استفتا میں ذکر کیے گئے ہیں، ان میں ترغیب وتحریض نہیں ہے، بل کہ وہ موانع اور روکنے والی چیزیں ہیں، جس کی وجہ سے مسلمان فریضۂ حج کی ادائیگی اور بیت اللہ کے آباد کرنے سے رک جائیں گے۔

اے اللہ! ان تمام بدعتی امور سے ہماری حفاظت فرما، جو سنت اور سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہیں اور ہمیں پرہیزگار نیک مومنین کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کا راستہ، جن پر تو نے احسان کیا، نہ کہ ان کا راستہ، جن پر غضب ہوا اور نہ بھٹکے ہوؤں کا۔ آمین، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم.

اسے اپنے بے نیاز رب کے محتاج سید ظہیر احمد برکاتی نے تحریر کیا

نقل جواب علامہ، مولانا، مفتی عبد الرشید، جامعہ عربیہ، ناگ پور

الجواب

حامدًا، ومصليًا، ومسلمًا.

حاجیوں اور زائروں پر مذکورہ ٹیکس ظلمِ عظیم ہے اور اللہ تعالی کے فرمان ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴] (ترجمہ: ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے'') کے تحت داخل ہے۔

اسی طرح امیر کی تعظیم کے لیے طواف کرنے والے مرد و خواتین سے مطاف کو خالی کرانا بدعت شنیعہ ہے، لھذا اس پر واجب ہے کہ وہ اس بدعت شنیعہ اور ظلم عظیم سے اجتناب کرے۔ واللہ الموفق للصواب، وإليه المرجع، والمآب.

اسے محمد عبد الرشید غفرلہ مفتی جامعہ عربیہ، شہر ناگ پور نے تحریر کیا۔

❁❁❁

نقل جواب عالم، فاضل، مولانا آل حسن نعیمی اشرفی، جامعہ عربیہ، ناگ پور۔

حجاج کرام اور زائرین پر سعودی حکومت کی جانب سے رائج کردہ ٹیکس کتاب، سنت، اجماع امت اور قیاس کے خلاف ہے، بل کہ یہ بدعت وگم راہی ہے اور ہر گم راہی جہنم میں لے جانے والی ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا جوابات سے واضح ہے۔ واللہ تعالی أعلم، وعلمه جل مجده أتم، وأحكم.

اسے محمد آل حسن نعیمی اشرفی (مدرس- جامعہ عربیہ، ناگ پور، ہند) نے لکھا۔

نقل جواب علامہ، محقق عبد المصطفی ازہری، مدرس- دارالعلوم مبارک پور۔

حجاج کرام سے ٹیکس لینا بدعت سیئہ، شنیع ظلم، صریح گناہ، اللہ کے راستے سے روکنا اور بیت اللہ کی زیارت سے منع کرنا ہے، جو کہ قرون ثلاثہ اور اس کے بعد سے آج تک ظالم وغاصب نجدی حکومت کے علاوہ کسی سے صادر نہیں ہوا۔

بے شک حاجی اللہ کا مہمان، دنیا کے گناہوں سے دور اللہ رب العزت کے جوار اور حفاظت میں ہوتا ہے، لھذا ہر وہ شخص جو اللہ کے حکم سے اللہ کے شہروں پر ملکیت کا مدعی ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ حاجی کی خدمت کرے اور اس کے حقوق ادا کرے، نہ یہ کہ اس کے پیسوں کو چھین لے، ورنہ وہ (حاکم) حاجی کو اللہ تعالی کی حرمت کے پورا کرنے سے روکنے والا ہوگا اور اللہ تعالی کے غضب، عقاب اور سخت عذاب میں مبتلا ہوگا، اللہ تعالی کے فرمان ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴] (ترجمہ: ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے'') کی وجہ سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ''. [۱]

ترجمہ: ''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے''۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا، وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا''. [۲]

ترجمہ: ''جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر اس کا گناہ اور عمل کرنے والوں کا گناہ ہوگا''۔

کے اور مسجد کی دیکھ بھال اور تعمیر کی دلیل دے کر جمعہ سے روکنے والے شخص کے درمیان کوئی فرق نہیں، لھذا یہ اللہ تعالی کے حکم ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾. [پارہ ۱۷،سورۃ الحج،آیت: ۲۵]
(ترجمہ: ”بے شک وہ جنھوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں اللہ کی راہ اور اس ادب والی مسجد سے، جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا کہ اس میں ایک ساحق ہے، وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے) کے عموم میں داخل ہے۔

اخبارات میں آیا ہے کہ اس ظالم حکومت نے اس ٹیکس کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے پچاس حاجیوں کو دیار حرم سے باہر نکالنے اور انھیں ہندوستان بھیجنے کا حکم دیا ہے، کیا حکومت اس شنیع فعل کی وجہ سے ان لوگوں میں شامل نہیں، جنھیں اللہ رب العزت نے خوف دلایا ہے؟ حکومت کا یہ فعل مشرکین کے اس فعل کے مشابہ ہے، جب انھوں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔

(۲) جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں مسجدوں کو ویران کرنا اور زمین میں فساد کرنا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

”لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ“. [۱]

ترجمہ: ”تین مسجدوں کے علاوہ (زیادتی ثواب کی نیت سے) سفر نہ کیا جائے“۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مسجد کی طرف سفر کرنے کا ذکر کیا ہے، جو کہ اسلام میں مرغوب ہے، بل کہ ہر محبت کرنے والے مسلمان پر ضروری ہے۔

(۳) رشوت لینا حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي كِلَاهُمَا فِي النَّارِ“. [۲]

ترجمہ: ”رشوت لینے والا اور (بخوشی) دینے والا دونوں جہنمی ہیں“۔

(۴) مطاف کو کسی بادشاہ یا امیر کے لیے خالی کروانا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ مسلمان اللہ کے بندے ہیں، بیت اللہ خانۂ خدا ہے اور حکم تو صرف اللہ کا ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۲۵]

ترجمہ: ''اس میں ایک سا حق ہے، وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا''۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهَذَا الْبَيْتِ، وَصَلَّى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ''. [۱]

''اے بنو عبد مناف! تم کسی کو اس گھر کا طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے نہ روکو، دن اور رات کا کوئی بھی حصہ ہو''۔

(۵) مسعی کو کسی دوسری چیز سے مشغول کر دینا جائز نہیں ہے، حکومت پر لازم ہے کہ اس کو خالی کرائے اور اس میں سامان بیچنے والوں کو روکے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾. [پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵۸]

ترجمہ: ''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو اس گھر کا حج کرے، یا عمرہ کرے، اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے چکر لگائے''۔

مسعی میں گاڑیوں کا کھڑا کرنا اور گزارنا کمال سعی سے مانع اور اس سے روکنے والا عمل ہے، لھذا یہ جائز نہیں ہے، واللہ تعالی أعلم۔

عبد المصطفی ازہری

مدرس- دار العلوم، مبارک پور

❁❁❁

نقل جواب شیخ سید اسلام الحی سیفی ندوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله الحميد المحمود، والصلاة والسلام على صاحب المقام المحمود، وآله، وصحبه الركع السجود.

حمد و صلاۃ کے بعد!

(۱) مسلمانوں کو مناسکِ حج کی ادائیگی کے لیے شہر امین کی طرف حاضر ہونے کے وقت ٹیکس ادا کرنے پر مجبور کرنا ظلم، سرکشی، حرام، راہِ خدا سے روکنا، اللہ کے مقرر کردہ احکام کی خلاف ورزی اور شریعت مطہرہ کی مخالفت ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾. [پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت: ۹۷]

ترجمہ: ''اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے، جو اس تک چل سکے''۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِيْ أَيَّامٍ مَعْلُوْمَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۲۷، ۲۸]

ترجمہ: ''اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردو، وہ تمھارے پاس حاضر ہوں گے، پیادہ اور ہر دُبلی اونٹنی پر کہ ہر دُور کی راہ سے آتی ہیں، تا کہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں، اس پر کہ انھیں روزی دی بے زبان چوپائے''۔

جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۲۵]

ترجمہ: ’’بے شک وہ جنھوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں اللہ کی راہ اور اس ادب والی مسجد سے، جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے، وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا‘‘۔

تو اللہ تبارک وتعالی نے ہر صاحبِ استطاعت مسلمان بندہ پر پیدل یا سوار ہو کر حج کرنے کو فرض کیا ہے، اب ہر وہ شخص جو اس عظیم فرض کی ادائیگی سے روکنے کا سبب بنے، بلاشبہ وہ اللہ کے راستے اور مسجد حرام سے روکنے والا ہے اور اس کا یہ قبیح عمل ان کافروں کے عمل کی طرح ہے، جن کی مذمت اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن کریم کی متعدد آیات میں کی ہے اور یہ مناسک حج کے مقامات کو ویران کرنے اور اللہ عزوجل کے ذکر سے روکنے کا سبب ہے۔

جمہور علماے اسلاف اور متقدمین مجتہدین کا مذہب یہ ہے کہ ٹیکس مقرر ہونے پر حج کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور اس کی ادائیگی واجب نہیں رہتی، خواہ ٹیکس کم ہو یا زیادہ، فرض حج کے متعلق مذاہب ائمہ اربعہ کے بعض علما نے دو قول کیا ہے، جس کی تفصیل کتبِ فقہ میں ان کے مقامات پر مذکور ہے۔

رہا نفلی حج تو علماے اسلام میں کوئی نزاع واختلاف نہیں ہے کہ ٹیکس مقرر ہونے کی صورت میں اس کا قصد کرنے والا گنہ گار ہوگا، خواہ ٹیکس کم ہو یا زیادہ، بے شک یہ ٹیکس مقرر کرنے والا اس شخص کی طرح ہے، جو مساجد کے دروازوں پر سپاہیوں کو بھیج دے اور وہ لوگوں کو ٹیکس دیے بغیر جمعہ کی ادائیگی سے روکیں، اگرچہ وہ مسجد کی حفاظت یا تعمیر کرنے کی دلیل دے۔

اس طرح کا واقعہ سلف صالحین کے زمانے میں بالکل رونما نہیں ہوا اور جس زمانے میں ظالم وجابر حاکموں نے اس طرح کی کسی چیز کا ایجاد کیا تو مسلمانوں نے اس کے مرتکبین کا سختی سے انکار کیا اور سلاطین اسلام نے ہر دور وزمانہ میں اس کا ازالہ کیا۔

(۲) یہی حکم اس شخص کا بھی ہے، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد اور آپ کے روضہ کی زیارت کے سفر پر ٹیکس مقرر کرے، کیوں کہ یہ دونوں چیزیں شرعًا مرغوب ہیں، لھذا ٹیکس وغیرہ کے ذریعے ان دونوں چیزوں سے روکنے والا اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکنے والا اور اسے ویران کرنے کی سعی کرنے والا ہے۔

نیز یہ اللہ کے راستے سے روکنا ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا نصوص سے ظاہر ہے اور احادیث طیبہ ونصوص شرعیہ کی صریح مخالفت ہے۔

(۳) اسی طرح کعبۂ معظّمہ میں داخل ہونے کے لیے رشوت دینا حرام ہے، اگر اجباری طور پر رشوت دینا ہو تو اس کی حرمت مزید سخت ہوگی، اس لیے کہ کعبہ میں داخل ہونا اس وقت مستحب امر ہے، جب کہ حرام کے ارتکاب کے بغیر ہو، ورنہ بالاتفاق حرام ہے اور خادمین کو مطالبہ اور شرط لگائے بغیر کچھ دے دینا جائز اور ہدیہ واکرام کے قبیل سے ہے۔

(۴) اسی طرح امیر یا اس کے حاشیہ برداروں میں سے کسی کے طواف کرنے کے وقت مطاف کو طواف کرنے والوں سے خالی کرانا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۵]

ترجمہ: ”کہ میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے خوب پاک صاف رکھو“۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عمل جابروں اور سرکشوں کا ہے، نہ کہ ایمان والوں اور وحدانیت کا اقرار کرنے والوں کا، اس لیے کہ اس میں طویل وقت تک طواف کی عبادت سے مطاف کو معطل کرنا ہے، جو کہ جائز نہیں، بل کہ کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اجماع

ہے، بل کہ یہ عظیم ضرر یعنی زخمی کرنے اور جانوں کے ہلاک کرنے کا سبب بھی بن سکتا ہے، لھذا احاکم پر ان قبیح بدعتوں اور صریح حرام چیزوں کا ازالہ کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالی ہمیں شریعت مطہرہ کی کامل پیروی کی توفیق عطا فرمائے اور ضلالت وگم راہی، اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی، دین مستقیم کی خلاف ورزی اور بدبختی کے دروازوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔آمِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

اسے اللہ رب العزت کے عاجز بندے فقیر سید اسلام الحی سیفی ندوی کان اللہ لہ نے لکھا۔ایڈیٹر- ماہ نامہ علم وادب، وناظم -مجلس خلافت، دہلی، ہند

ملکِ ہند کے مشہور شہروں کے بڑے منجھے ہوئے علمائے محققین واساطین امت کی تصدیقات

(۱) قدوۃ العلما، زبدۃ الفضلا، شیخ المشائخ، سید آل رسول علی خان صاحب، سجادہ-آستانہ عالیہ، سلطان الہند، خواجہ معین الدین چشتی، اجمیر شریف۔

(۲) عالم نبیل، فقیہ جلیل، مفتی اعظم، علامہ مصطفی رضا قادری صاحب، سجادہ-آستانہ عالیہ رضویہ، بریلی شریف۔

(۳) عالم نبیل، فاضل جلیل، حافظ غلام سدید الدین صاحب، سجادہ-آستانہ سلیمانیہ، تونسہ شریف، پنجاب۔

(۴) محقق کامل، فقیہ حقائق ودقائق، مولانا، مفتی ابراہیم صدیقی قادری بدایونی صاحب، صدر-سنی جمعیۃ العلما، ممبئی۔

(۵) صاحب صحیح البھاري، ملک العلما، عمدۃ الفقہا، فخر المحدثین، استاذ الاساتذہ، علامہ ظفر الدین قادری رضوی صاحب، شیخ الحدیث- دار العلوم شمس الہدی، پٹنہ۔

(۶) فاضل جلیل، عالم نبیل، مولانا محمد عمر نعیمی صاحب، شیخ الحدیث-جامعہ نعیمیہ، مرادآباد۔

(۷) عالم نبیل، استاذ کبیر محمد عبد الحامد قادری بدایونی صاحب، صدر-جماعت اسلامیہ، ہند۔

(۸) فاضل جلیل، خواجہ غلام نظام الدین قادری صاحب، مہتمم- دار العلوم قادریہ، بدایوں شریف۔

دارالعلوم مظہر اسلام، بریلی شریف۔

(۱۱) فاضل جلیل، علامہ ابرار حسن صدیقی قادری رضوی تلہری صاحب۔

(۱۲) فاضل جلیل، علامہ عبد العزیز صاحب، شیخ الحدیث، وصدر المدرسین- دارالعلوم مظہر اسلام، بریلی شریف۔

(۱۳) فاضل جلیل، علامہ غلام یزدانی اعظمی صاحب۔

(۱۴) فاضل جلیل، علامہ محمد حبیب اللہ صاحب، بانی، وصدر المدرسین- مدرسہ عالیہ، اکبر آباد۔

(۱۵) فاضل جلیل، علامہ محمد نعمان صاحب، مدرس- مدرسہ عالیہ، اکبر آباد۔

(۱۶) فاضل جلیل، علامہ علیم اللہ صدیقی صاحب، خطیب- سلطانی جامع مسجد، اکبر آباد۔

(۱۷) فاضل جلیل، علامہ محمد فضل کریم بہاری صاحب، مدرس- مدرسہ عالیہ، سلطانی جامع مسجد، اکبر آباد۔

(۱۸) فاضل جلیل، علامہ صبیح الحق عمادی صاحب، سجادہ- آستانہ عالیہ عمادیہ، پٹنہ۔

(۱۹) فاضل جلیل محمد عبد المتین صاحب، مدرس- مدرسہ جامعہ عربیہ، ناگ پور۔

(۲۰) فاضل جلیل، علامہ محمد حسین قادری صاحب، مدرس- مدرسہ عربیہ اسلامیہ، سنبھل۔

(۲۱) فاضل جلیل، علامہ طاہر القادری صاحب، صدر- دار العلوم شمس العلوم، بدایوں شریف۔

المدرسین- مدرسہ قومیہ عربیہ، میرٹھ۔

(۲۴) فاضل جلیل، علامہ محمد محبوب علی اشرفی مبارک پوری صاحب، صدرالمدرسین- مدرسہ احسن المدارس، کان پور۔

(۲۵) فاضل جلیل سید محمد عبدالمجید صاحب، مہتمم- دارالعلوم نعمانیہ، دہلی۔

(۲۶) فاضل جلیل سید عبدالخالق صاحب، مدرس- دار العلوم نعمانیہ، دہلی۔

(۲۷) فاضل جلیل علامہ امیر علی صاحب، مدرس- دار العلوم نعمانیہ، دہلی۔

(۲۸) فاضل جلیل قاری عبد الرحمن عراقی صاحب، ادیب- دار العلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف۔

(۲۹) فاضل جلیل، علامہ محمد جان صاحب، مدرس- مدرسہ نعمانیہ، لاہور۔

(۳۰) فاضل جلیل، مفتی عزیز احمد بدایونی صاحب، مدرس وخطیب- گوہر شاہی جامع مسجد، لاہور۔

(۳۱) فاضل جلیل، علامہ عبدالعزیز صاحب، خطیب- مزنک جامع مسجد، لاہور۔

(۳۲) فاضل جلیل، علامہ عبدالاحد صاحب، خطیب- لاڈو مسجد، لاہور۔

(۳۳) فاضل جلیل، علامہ محمد اسماعیل خان صاحب، مدرس- مدرسہ عالیہ قادریہ، بدایوں شریف۔

(۳۴) فاضل جلیل، علامہ عبد الرحمن صاحب، صدر المدرسین- مدرسہ خلیلیہ، ٹونک۔

مدرسہ خلیلیہ، ٹونک۔

(۳۷) فاضل جلیل، علامہ عبدالعلی صاحب، مدرس- مدرسہ خلیلیہ، ٹونک۔

(۳۸) فاضل جلیل، علامہ محمد شریف خان صاحب، مدرس- مدرسہ خلیلیہ، ٹونک۔

(۳۹) فاضل جلیل، علامہ سید اسلام احمد صاحب، قاضی شرع- ریاست ٹونک۔

(۴۰) فاضل جلیل، علامہ عبد العزیز صاحب، صدر المدرسین، وشیخ الحدیث- دارالعلوم اہل سنت، ٹونک۔

(۴۱) فاضل جلیل، علامہ شمس الحق صاحب، مدرس- مدرسہ مصباح العلوم، مبارک پور۔

(۴۲) فاضل جلیل، علامہ عبد الرؤف بلیاوی صاحب، مدرس- مدرسہ مصباح العلوم، مبارک پور۔

(۴۳) فاضل جلیل، علامہ علی احمد صاحب، مدرس- مدرسہ مصباح العلوم، مبارک پور۔

(۴۴) فاضل جلیل، علامہ عبدالمصطفی اعظمی مجددی صاحب، مدرس- مدرسہ اشرفیہ، مبارک پور۔

(۴۵) فاضل جلیل، علامہ عبد الحفیظ صاحب، مفتی- محکمہ شرعیہ، ریاست ٹونک۔

(۴۶) فاضل جلیل، علامہ محمد عجب صاحب، مدرس- مدرسہ اشرفیہ، مبارک پور۔

(۴۷) فاضل جلیل، علامہ محمد عرفان صاحب، مدرس- مدرسہ اشرفیہ،

(۴۹) فاضل جلیل، علامہ عارف اللہ قادری صاحب، خطیب- خیر المساجد، خیر نگر، میرٹھ۔

(۵۰) فاضل جلیل، علامہ محمد مظفر احمد صاحب، نائب خطیب- مسجد فتح پوری، دہلی۔

(۵۱) فاضل جلیل، علامہ احمد نورانی صدیقی ابن علامہ عبد العلیم صدیقی قادری صاحب، محلہ مشائخاں، میرٹھ۔

نقل فتوی علماے شیعہ مجتہدین

(ہندوستان کے اکابر اساطین مذہب جعفری کے علما سے منقول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم، والحمد لأھلہ، والصلاۃ لأھلھا.

حج کا ارادہ رکھنے والے شخص پر ٹیکس مقرر کرنا جائز نہیں ہے، ہاں، جب اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو دینے والے کے لیے جائز ہے۔

رہا شہر حرام میں آفاقی مسلمانوں کو داخلہ سے روکنے والا اور جو شخص ٹیکس کی ادائیگی سے قاصر ہو اسے فریضۂ حج کی ادائیگی سے روکنے والا فاسق اور کتاب اللہ کی رو سے ظالم ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴]

ترجمہ: ”اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے“۔

کیوں کہ قریش نے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ اور مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کر دیا تھا۔

اس ٹیکس کو مقرر کرنے والے شخص اور اس شخص کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، جو جمعہ کے دن مساجد کے دروازوں پر سپاہیوں کو بھیج دے اور وہ ٹیکس کی ادائیگی کے بغیر مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے روکیں اور مسجد کی حفاظت اور دیکھ بھال کی دلیل دیں۔

ہاں فرق صرف ظلم اور فسق میں شدت وضعف کے اعتبار سے ہے، اس لیے کہ مذکورہ آیت اگرچہ خاص موقع پر نازل ہوئی، لیکن یہ حکم ہر مسجد اور ہر نمازی کے لیے عام ہے،

داخل ہونے والے شخص پر ٹیکس مقرر کرنا، اس کی حفاظت کی دلیل دیتے ہوئے جائز نہیں ہے، ہاں زیارت کرنے والا راستہ دکھانے، اعلام حج سیکھانے اور رہ نمائی کرنے کے لیے کسی خدمت گار کا محتاج ہو تو وہ اسے (اپنی مرضی سے) دے سکتا ہے۔

رشوت لینا مطلقاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ غیر کے مال کو ناحق لینا اور زیادتی ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾. [پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۸۸]

ترجمہ: ’’اور آپس میں ایک دوسرے کے اموال کو ناحق نہ کھاؤ‘‘۔

مطاف سے طواف کرنے والوں کو زبردستی ہٹانا جائز نہیں ہے، جب امیر یا اس کے حاشیہ برداروں میں سے کوئی طواف کرنا چاہے، یہ راہ خدا سے روکنا ہے، جو کہ کتاب اللہ کی رو سے ممنوع ہے، سلف صالحین کے زمانے میں یہ طریقہ نہیں تھا، جیسا کہ عبدالملک بن مروان اور حضرت علی بن حسین (زین العابدین) کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

مسعی سے گاڑیوں کو گزارنا، اسی جگہ گاڑی کھڑی کرنا اور اس وجہ سے سعی کرنے والوں کو واجب کی ادائیگی سے معطل کردینا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ اللہ کے ذکر اور اس کے راستے سے روکنا ہے، جو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رو سے حرام ہے، واللہ أعلم۔

(مہر)

احقر سید بادشاہ حسینی

کورم باراجنار

❁❁❁

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

یہ تمام چیزیں جائز نہیں ہیں، اس طرح کا واقعہ سلف صالحین کے زمانے میں کبھی

"مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا، أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ". [۱]

ترجمہ: ''جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی، یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ کی لعنت ہے''۔

حاجی کی حفاظت اور دیکھ بھال کرنے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، مطاف کو طواف کرنے والوں سے زبردستی خالی کروانا جائز نہیں ہے، امیر اور اس کے حاشیہ برداروں کی اسلام میں کوئی فضیلت نہیں، طواف اور مسعی میں سارے مسلمان برابر ہیں اور مسعی میں گاڑیاں لانا اور وہیں کھڑی کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ حاجیوں پر تنگی کرنے کا سبب ہے، ان تمام چیزوں کا شریعت میں کوئی حصہ نہیں۔ واللہ والهادي إلی سواء السبیل.

(مہر)

محمد بشیر انصاری

ٹیسلا، پنجاب

۲۲رشعبان ۱۳۶۵ھ

باسمہ تعالی، حامدًا، ومصلیًا.

اما بعد!

آپ کے سوال کردہ امور میں کوئی بھی چیز جائز نہیں، تعجب ہے اس شخص پر جو اسلام کا مدعی ہے اور مسلمانوں کو حج بیت اللہ، حجر اسود کو چومنے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منع کرتا ہے، جب تک کہ وہ ٹیکس کی ادائیگی نہ کردیں، جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے نہیں دیا اور جب وہ یا اس کے حاشیہ برداروں میں سے کوئی طواف کرنا چاہے تو وہ مطاف کو طواف کرنے والوں سے خالی کراتا ہے اور جب وہ خود سعی کرنا چاہے، تو مسعی کو خالی کرالیتا ہے اور سعی کرنے والوں کو فرائض و واجبات کی ادائیگی سے معطل کردیتا ہے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان بدعتوں کے خلاف سدراہ بن کر کھڑے ہوں اوران ایجاد کردہ فتنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔

اللہ ہمیں، آپ کو اور تمام مسلمانوں کو ان چیزوں کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے، جو کہ ہم پر ملت بیضا اور شریعت مطہرہ میں واجب ہیں۔ واللہ ولی التوفیق.

خادم شریعت مطہرہ

محمد سعید عفی عنہ، ومحمد نصیر

لیجیے آپ کے سامنے اس موضوع سے متعلق وہ فتاوی پیش ہیں، جو از ہر شریف میں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسلک کی نمائندگی کرنے والے جلیل القدر علما کے ہم تک پہنچے ہیں، ہم وہ فتاوی پیش کررہے ہیں، تاکہ ان اکابر علما کے جوابات سے خوش گوار اختتام ہوجائے۔

نقل جواب محقق جلیل، فاضل نبیل، علامہ سلیمان داؤد متولی، حنفی مدرس-کلیة الشریعة، از ہر شریف۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، وبہ نستعین.

الحمدللہ، والصلاة والسلام علی سیدنا ومولانا محمد، وعلی آلہ، وصحبہ.

حمد وصلاۃ کے بعد!

میں سمجھتا ہوں کہ حج کا ارادہ رکھنے والے یا روضۂ رسول کے زائر یا خانۂ کعبہ میں دخول کا ارادہ رکھنے والے شخص پر اس طرح ٹیکس مقرر کردینا کہ اگر وہ ٹیکس کی ادائیگی نہ کریں تو انھیں ان اعمال سے روک دیا جائے گا، حرام ہے اور لوگوں کا مال چند طریقوں سے ناحق کھانا ہے۔

(ا) شریعت مطہرہ نے ان طریقوں کو بیان فرمادیا ہے، جن سے مال حاصل کرنا حلال ہے اور اکابر علما نے انھیں تحریر کیا ہے، چنان چہ علامہ فخر الدین رازی اللہ تعالی کے ارشاد ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾. [پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۸۸] (ترجمہ: ''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ'') کی تفسیر میں حصر کرنے والی تقسیم پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

شرط کے ساتھ حلال ہے کہ لی جانے والی چیز کسی حرمت والے انسان کے ساتھ خاص نہ ہو۔

[۲] وہ مال جو جبراً لیا جائے، ایسے شخص سے جس کی حرمت نہ ہو اور وہ مالِ غنیمت اور تمام حربی کافروں کے اموال ہیں، یہ مسلمانوں کے لیے حلال ہیں، جب کہ مسلمان اس کا پانچواں حصہ نکال کر مستحقین کے مابین انصاف کے ساتھ تقسیم کردیں۔

[۳] وہ مال جو حق دار ہونے کی وجہ سے جبراً لے لیا جائے، جس پر دینا واجب ہے، اس شخص کے منع کردینے پر، تو اس کی رضامندی کے بغیر لے لیا جائے گا اور یہ حلال ہے، جب کہ حق دار ہونے کا سبب مکمل ہو، مستحق کا وصف کامل ہو اور قدرِ مستحق پر اکتفا کیا جائے۔

[۴] وہ مال جو کسی معاوضے کے ساتھ باہمی رضامندی سے لیا جائے، یہ حلال ہے، جب کہ عوض، عاقدین اور شرعی مقرر کردہ ایجاب وقبول کے شرائط کا لحاظ کیا جائے، یعنی شرط فاسد سے اجتناب کیا جائے۔

[۵] جو مال بغیر عوض کے باہمی رضامندی سے حاصل ہو، جیسے: ہبہ، وصیت اور صدقہ میں، جب کہ معقود علیہ، عاقدین اور عقد کی شرطوں کا لحاظ کیا جائے اور کسی وارث یا غیر وارث کے ضرر و تکلیف کا سبب نہ ہو۔

[٦] جو مال بغیر اختیار کے حاصل ہو، جیسے: میراث اور یہ مال حلال ہے، جب کہ مورث نے مال حلال طریقے سے حاصل کیا ہو"۔

پھر علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

"یہ چھ طریقے حلال آمدنی کے ذرائع ہیں، فقہ کی کتابیں ان کی تفصیلات پر مشتمل ہیں۔ لھذا ہر وہ مال جو مندرجہ بالا طریقے کے مطابق ہو، وہ حلال ہوگا اور جو مندرجہ بالا طریقے کے برخلاف ہو، وہ حرام ہوگا"۔ [۱] (علامہ رازی کا کلام ختم ہوا)

دیگر علما نے بھی مال کے حصول کے جو حلال طریقے تحریر کیے ہیں، وہ ان طریقوں

اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾. [پارہ ۸،سورۃ الانعام،آیت:۱۱۹] (ترجمہ:''سوائے ان چیزوں کے جن کی طرف تم مجبور ہو جاؤ'') کے ذریعے اجازت دی ہے اور اس ٹیکس کو لینے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لیے کہ اہل خیر نے اپنے اموال کو حرمین شریفین کے لیے خاص کر رکھا ہے اور وہ مسلسل اسے حرمین شریفین کے لیے خاص کر رہے ہیں اور انتظامیہ اطاعت گزار اور رضا مند لوگوں سے بغیر کسی زبردستی اور جبر کے محتاجوں کے لیے تبرعات اور صدقات جمع کر سکتی ہے۔

(۳) علمائے احناف کا فتویٰ ہے کہ مسلمان ذمی کافر سے بیت المقدس کی زیارت پر جو مال لیں وہ حرام ہے [۱]، تو جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے حج و زیارت کرنے پر، یا خانۂ کعبہ میں داخل ہونے پر لے گا، وہ بدرجۂ اولی حرام ہوگا، اس لیے کہ مسلمان کے مال کی حرمت ذمی کے مال کی حرمت سے زیادہ قوی ہے۔

(۴) حج و زیارت عبادت ہے اور ان کا ارادہ رکھنے والوں پر ٹیکس مقرر کرنا، ٹیکس کی ادائیگی سے عاجز یعنی فقرا کو جو کثیر ہیں، ان عبادات سے روکنا ہے اور یہ شریعت مطہرہ کی منشا کے خلاف ہے، کیوں کہ شریعت نیکی اور پرہیز گاری پر تعاون کو واجب قرار دیتی ہے۔

رہا امیر یا کسی عظیم شخص کے لیے مطاف کو طواف کرنے والوں سے خالی کرانا تو یہ حرام ہے اور اس میں متعدد وجوہات سے شریعت مطہرہ کی مخالفت ہے۔

(۱) **پہلی وجہ** یہ ہے کہ سلف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں کہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا خلفائے راشدین میں سے کسی کے لیے مطاف کو خالی کرایا ہو، حالاں کہ یہ اسلام کے آئیڈیل ہیں، لھذا یہ بدعت سیئہ ہے۔

(۲) **دوسری وجہ** یہ ہے کہ مطاف کو خالی کرانا تکبر و غرور کی علامت ہے، جس سے شرعاً منع کیا گیا ہے، اسی وجہ سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حاکم کو وقوف میں تنہا نزول کرنے سے منع کیا ہے اور شارح ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ تنہا وقوف کرنا تکبر کی علامت ہے، جب کہ جماعت میں رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

رہا گاڑیوں اور دکان داروں کا وجود، تو اگر ان کی موجودگی سے کسی مسلمان کو ضرر رسانی ہو تو جائز نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ''لَا ضَرَرَ، وَلَا ضِرَارَ''. [۱] (ترجمہ: ''نہ ضرر دو اور نہ ضرر اٹھاؤ) کی وجہ سے، تو کیسے یہ جائز ہو سکتا ہے، جب کہ اس کی وجہ سے مسعی تنگ ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے لوگوں کی جان اور مال خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو جاتا ہے؟

چوں کہ شارع علیہ السلام نے اس مقام پر سواریوں کے استعمال کو ضرورت کے تحت مباح قرار دیا ہے، جیسے سعی کرنے والا عاجز ہو، یا ایسا مریض ہو، جو چلنے پر قادر نہ ہو، اس لیے کہ حاجی پر پیدل سعی کرنا واجب ہے، اسے بغیر عذر کے سواری کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، لھذا اگر اس نے بغیر عذر کے سواری کا استعمال کیا تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر پیدل سعی کا اعادہ کرنا واجب ہے، جب تک کہ وہ اپنے اہل وعیال کے پاس واپس نہ آجائے اور اگر سعی کا اعادہ نہ کیا تو اس پر دم واجب ہے اور ضرورت کا حکم بقدر ضرورت ہوتا ہے۔

ہاں جب مسعی کشادہ ہو اور گاڑیوں کی موجودگی سے کوئی نقصان اور خطرہ نہ ہو تو گاڑیوں کا استعمال حرام نہیں ہوگا۔ واللہ الموفق للصواب.

سلیمان داود متولی

مدرس - کلیۃ الشریعۃ

نقل جواب فاضل جلیل، محقق نبیل، علامہ علی بولاقی شافعی، مدرس-معہد القاہرہ، ازہر شریف۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدلله، والصلاةوالسلام علی رسول اللّٰہ.

مذکورہ سوالات کے جوابات یہ ہیں:

(ا) فرض حج یا نفل حج کی ادائیگی کا ارادہ رکھنے والوں پر ٹیکس مقرر کرنا حرام ہے اور لوگوں کا مال ناحق کھانا ہے، یہ ٹیکس اجماعی طور پر حرام ہے اور زمانۂ بعید سے سلاطین لوگوں کے مالوں میں ظلم کرنے کے عادی ہیں، یہاں تک کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بے شک بادشاہوں کا اکثر مال اس زمانے میں حرام ہی ہے اور ان کے پاس حلال مال یا تو بالکل نہیں ہوتا ہے، یا ہوتا ہے تو نہ ہونے کے برابر''۔[۱]

جب پانچویں صدی میں یہ حال تھا، جس میں امام غزالی باحیات تھے، تو آپ کا کیا خیال ہے چودہویں صدی کے متعلق، جس میں قسم قسم کے مظالم رونما ہو گئے ہیں، جو زمانۂ سابقہ میں معروف نہ تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت سے پہلے فرماتے ہیں:

''بنجر زمین کو آباد کرنے کے علاوہ ہر وہ چیز جو بادشاہ کے لیے حلال ہے اور رعایا اس میں شریک ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

(ا) کفار سے لیا ہوا مال غنیمت ہے، جو بطور غلبہ کے حاصل ہوتا ہے اور مال فَیْ جو کفار سے لڑائی کے بغیر حاصل ہوتا ہے، نیز جزیہ اور مصالحت کا مال جو شرائط اور باہمی عقد سے حاصل ہوتا ہے۔

ہے:

(۱) ایسی وراثتیں اور وہ تمام اموال جن کا کوئی مالک متعین نہیں ہوتا۔

(۲) ایسے وقف اموال جن کا کوئی متولی نہیں ہوتا۔

رہے ابتدائے اسلام میں لیے جانے والے صدقات تو وہ ہمارے زمانے میں نہیں پائے جاتے ہیں، ان کے علاوہ مسلمانوں پر لاگو کیا جانے والا اخراج (ٹیکس)، ان سے ظلماً لیا جانے والا مال اور رشوت کی تمام اقسام حرام ہیں''۔[۱]

اسی سے معلوم ہوگیا کہ آفاقی مسلمان کو ٹیکس کی ادائیگی سے عاجز ہونے پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے منع کر دینا حرام ہے، کیوں کہ یہ مسجد حرام سے روکنا ہے، بلاشبہ اس کی حرمت ٹیکس کی قدرت رکھنے والے شخص کو منع کرنے کی حرمت سے سخت ہے، جو ٹیکس ادا نہ کرنا چاہتا ہو، اگرچہ وہ بھی حرام ہے، کیوں کہ اس میں عدم ادائیگی کی وجہ سے حق سے منع کرنا ہے اور اگر وہ ٹیکس کی ادائیگی کرے تو مال ناحق کھانا ہے۔

رہا یہ سوال کہ کیا اس طرح کا واقعہ اسلاف کے زمانے میں پیش آیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آج تک ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

کہا جارہا ہے کہ ہمارے زمانے میں حاجیوں پر ٹیکس مقرر کرنا ایسی ضرورت ہے، جس کی طرف حلال اسباب کی کمی داعی ہے، جس سے بیت اللہ الحرام کی حفاظت اور اس کے قاصدین کی حمایت کے لیے حجازی حکومت کا قیام ہوسکتا ہے اور قاعدۂ کلیہ ہے: ''الضرورات تبیح المحظورات'' (شرعی ضرورت ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں)، جیسا کہ مضطر کے لیے مردار کھانا مباح ہے۔

اس کا جواب دو طریقوں سے پیش ہے:

(۱) ہم ضرورت کو بالکل تسلیم نہیں کرتے، اس لیے کہ حجازی حکومت کے لیے ممکن ہے، اگر وہ حلال کمائی کا قصد کرے تو عالم اسلام کے دل ان کے لیے نرم پڑ جائیں گے اور

رہتے حکومت کو ٹیکس مقرر کرنے کی حاجت نہیں رہے گی، ان اسباب کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(الف) مصر اور ہندوستان وغیرہ میں وقف کردہ زمینیں موجود ہیں، ان سے مدد حاصل کی جائے۔

(ب) صنعتی پروجیکٹ شروع کیا جائے، جس سے بے روزگار اہل حجاز کو کام ملے۔

(ج) حجاز کے شہروں میں زراعتی پروجیکٹ شروع کیا جائے، جہاں اسے کرنا ممکن ہو۔

(د) پٹرول نکالنے کا پروجیکٹ شروع کیا جائے۔

(۲) اگر ہم ضرورت تسلیم بھی کرلیں، اس وقت کے لیے جس میں یہ حلال ذرائع تیار نہیں ہیں، جن کی ہم نے مثالیں پیش کی ہیں تو ضرورت کا حکم بقدر ضرورت ہوتا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾. [پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۷۳]

ترجمہ: ”تو جو مجبور ہو جائے، حالاں کہ وہ نہ خواہش رکھنے والا ہو اور نہ ضرورت سے آگے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں“۔

اور ظاہر یہی ہے کہ حجازی حکومت ٹیکس جاری کرنے میں حد ضرورت پر نہیں رکے گی، بل کہ بوجھل کر دینے والا ٹیکس مقرر کرے گی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حجاز کے بڑے بڑے لوگ ریشم اور سونے میں آرام کریں گے، محلات، سامان، باندیوں، غلاموں، گاڑیوں، ٹیلی فون، ٹیلی گراف اور ریڈیو کے مالک بن جائیں گے اور ہر لذت وعمدہ چیز کھائیں گے، سیر وتفریح اور تقریبات میں بے تحاشا خرچ کریں گے اور باقی لوگ انتہائی جہالت، تنگ دستی اور مرض میں بھٹکتے رہیں گے۔

سے روک دیا جائے، ہاں مال بطور صدقہ لیا جائے اور (مسلمان) ٹیکس کے بغیر بھی داخل ہوسکتا ہوتو یہ جائز ہے، جب تک زور زبردستی سے حاصل نہ کیا جائے، اس لیے کہ تب وہ حرام ہوگا، کیوں کہ کسی مسلمان کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر حلال نہیں، جیسا کہ صحیح حدیث میں موجود ہے۔

اسی طرح حجر اسود کو چومنے کا ارادہ رکھنے والے شخص سے مال لینا بھی حرام ہے، کیوں کہ یہ مال کو ناحق کھانا ہے، یہ اس رشوت کے قبیل سے نہیں ہے، جس کے لینے اور دینے والے دونوں ملعون ہیں، کیوں کہ یہاں دینے والا اپنے حق تک پہنچنا چاہتا ہے، لھذا اس پر دینا حرام نہیں، البتہ لینے والے پر لینا حرام ہے۔

(۴) مطاف کو طواف کرنے والوں سے بزور قوت خالی کرانا جائز نہیں، سوائے ضرورت شرعی کے، جیسے مطاف کے غسل دینے کا ارادہ ہوتو اس وقت مطاف کو طواف کرنے والوں سے خالی کرانا جائز ہے، یہاں تک کہ اسے غسل دے دیا جائے اور وہ خشک ہو جائے۔

امیر یا اس کے حاشیہ برداروں میں سے کسی کے طواف کرنے پر مطاف کو خالی کرانا ضرورت شرعیہ نہیں، کیوں کہ اس وجہ سے مطاف کو خالی کرانا مسلمانوں کو ان کے حق سے بلا ضرورت جبراً روکنا ہے، لھذا یہ جائز نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا مطاف کے پیچھے سے بھی طواف کرنا ممکن ہے، لھذا مطاف سے روک دینا عبادت کی ادائیگی سے مانع نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مطاف کی پیچھے کی مسافت طویل ہے اور اکثر لوگ وہاں بیٹھے رہتے ہیں، یا نماز میں مشغول رہتے ہیں، تو وہاں طواف کرنے میں مشقت ودشواری ہوگی، جو کہ مخفی نہیں اور جو مسلمانوں پر مشقت ودشواری مسلط کرے گا، اللہ اس پر دشواری مسلط فرمائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مطاف کو خالی کرائے بغیر بھی حفاظت ونگرانی ممکن ہے، نیز مطاف خالی کرادینے سے حملہ آور کو اس کے جرم سے باز نہیں رکھا جا سکتا، بل کہ یہ اس کے لیے آسانی پیدا کر سکتا ہے، خصوصًا جب کہ اسے مؤاخذہ اور قصاص کی پرواہ نہ ہو، حقیقت یہی ہے کہ مطاف کو خالی کرانا بڑائی اور تکبر کا مظہر ہے۔

(۵) (مسعی کی جگہ سے گاڑیوں کا گزرنا) اگر نیت خالص اور رغبت سچی ہو تو صفا پہاڑ کے پیچھے ایک سڑک بنائی جا سکتی ہے، جس سے گاڑیاں گزریں اور سعی کرنے والے معطل نہ ہوں، رہا دکان داروں کا پھیلاؤ تو اس سے کوئی مانع نہیں، جب تک کہ وہ سعی میں خلل اندازی نہ کریں اور سعی کرنے والوں کو تشویش میں مبتلا نہ کریں۔

لیکن مشاہدات میں سے ہے کہ وہ مسعی کے ایک حصہ کو دکانیں کھول کر مصروف کر لیتے ہیں، عمارت بنانے کا انھیں حق نہیں ہے، اس لیے کہ مسعی ان مقامات میں سے ہے، جس میں کسی کی حکم رانی نہیں اور اکثر وہ سعی کرنے والوں کو سامان تجارت کے لیے آواز دے کر تشویش میں مبتلا کرتے ہیں اور کبھی وہ روپے پیسے ہوا میں اچھال کر چھوڑ دیتے ہیں، وہ روپے زمین پر گرتے ہیں اور ان سے بلند آواز گونجتی ہے، جو نظروں کو متوجہ کرنے کا سبب بنتی ہے، اس وجہ سے اس کے حرام ہونے کا قول لازم ہے، کیوں کہ یہ سعی کرنے والوں کو تشویش میں مبتلا کرنے کا سبب ہے۔

اگر حکومت حجاز سامان بیچنے والوں کو سعی کرنے کی جگہ سے روک دیتی اور اس سے متصل عمارتوں کو منہدم کر دیتی تو یہ سب سے بہتر طریقہ ہوتا۔

واللّٰه تبارک وتعالی أعلم، وصلی اللّٰه علی سیدنا محمد، وعلی آله، وصحبه وسلم.

علی حسن بولاقی شافعی

مدرس - معهد القاهره

نقل جواب فاضل جلیل، علامہ عبد السمیع مالکی، مدرس- کلیۃ الشریعۃ، ازہر شریف۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده سيدنا محمد، وآله، وصحبه.

حمد وصلاۃ کے بعد!

(۱) اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾. [پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت: ۹۷]

ترجمہ: ''اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے، جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استطاعت کی تفسیر زادِ راہ اور سواری سے کی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کے ارشاد:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۲۷] (ترجمہ: ''اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردو، وہ تمھارے پاس حاضر ہوں گے، پیادہ اور ہر دُبلی پتلی اونٹنی پر'') سے اسی طرف اشارہ ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حج پر ٹیکس ہے، اگر حج پر ٹیکس ہوتا تو اللہ تبارک وتعالی ضرور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی بیان فرما دیتا اور ٹیکس استطاعت کی ایک شرط ہوتی، چوں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا

مسلمانوں کوٹیکس کی ادائیگی کے بغیر حرم شریف میں داخل ہونے سے منع کرے، اس پر اللہ تعالی کا فرمان: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا﴾. [پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴] (ترجمہ: "اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے) اور اللہ تعالی کا ارشاد: ﴿وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾. [پارہ ۹، سورۃ الانفال، آیت: ۳۴] (ترجمہ: "اور انھیں کیا ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے، حالاں کہ یہ مسجد حرام سے روک رہے ہیں") وغیرہ آیاتِ وعید صادق آئیں گی۔

نیز اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جو لوگوں کو مسجدوں سے روکے، یہاں تک کہ وہ کچھ رقم ادا کردیں، اگرچہ وہ حفاظت یا دیکھ بھال کی دلیل دے، اس لیے کہ مساجد کی حفاظت اور اصلاح بیت المال سے کی جائے گی، نہ کہ لوگوں سے ٹیکس لے کر، بیت المال کے ذرائع واسباب معلوم ہیں، ان اسباب میں سے مساجد میں داخل ہونے پر ٹیکس نہیں ہے، سلف صالحین رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے منقول نہیں ہے کہ کسی نے ایسا کیا ہو۔

(۲) مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا ارادہ رکھنے والے شخص پر ٹیکس مقرر کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس کے کہ سواری کی اجرت یا وہاں تک پہنچانے کی اجرت لی جائے اور گزشتہ آیات تمام مسجدوں کو شامل ہے اور جو کسی ذریعے یا طریقے سے ایسا کرے تو ان لوگوں کی دلیل ان کے رب کے نزدیک بے بنیاد ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(۳) خانۂ کعبہ میں داخل ہونے، یا حجر اسود کو چومنے پر ٹیکس مقرر کرنا، نہ کتاب اللہ میں ہے، نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور نہ آثارِ اسلاف میں۔

رشوت کی تمام قسمیں حرام ہیں، جیسا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شاہد ہے کہ آپ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔[۱]

(۴) اللہ تعالی حرم شریف کے بارے میں فرماتا ہے:

عَذَابٍ أَلِيمٍ۝. [پارہ۱۷،سورۃ الحج،آیت:۲۵]

ترجمہ: ''اس میں ایک ساحق ہے، وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے''۔

تو اللہ تبارک وتعالی نے تمام طواف کرنے والوں کو برابر قرار دیا ہے، امیر کی غیر امیر سے تمییز وتفریق نہیں کی، لھذا امطاف کو امیر یا اس کے علاوہ کسی شخص کے لیے خالی کرانا جائز نہیں اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے آثار اس پر شاہد ہیں۔

چناں چہ جبلہ بن ایھم کا اعرابی کے ساتھ پیش آنے والا قصہ اور ھشام بن عبدالملک کا سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ اتنا مشہور ہے کہ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

(۵) مسعی کو ایسی چیزوں میں مصروف کردینا، جو واجب کی ادائیگی سے مانع ہوں، جائز نہیں، بل کہ سعی کرنے والوں کو ان کے واجبات پر قدرت دینا واجب ہے، اس لیے کہ جس چیز پر واجب موقوف ہو، وہ بھی واجب ہے اور جو اس [واجب] کے معطل کرنے کا سبب ہو، وہ حرام ہے۔ واللہ تعالی أعلم، وصلی اللہ علی سیدنا محمد، وآلہ، وصحبہ وسلم.

عبدالسمیع محمد مالکی

مدرس۔کلیۃ الشریعۃ

ازہر شریف

❁❁❁

نقل جواب فاضل جلیل، علامہ محمد مصیلی حنبلی ازہری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدلله، وصلى الله وسلم على سيدنا محمد، وعلى آله.

حمد وصلاۃ کے بعد!

بیت اللہ الحرام کے متعلق اللہ رب العزت کا فرمان عالی شان ہے:

﴿سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيْهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۲۵]

ترجمہ: ''اس میں ایک سا حق ہے، وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے''۔

لھذا اسلامی حکام اور مسلمانوں پر واجب کفایہ ہے کہ وہ ان آیات مبارکہ کے معانی پر عمل کریں، اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو ہر شخص اپنے فرض وقدرت کے مطابق گناہ میں شریک ٹھہرے گا، اللہ ورسول کی رضامندی والی واجب صورت یہی ہے کہ روے زمین کا ہر مسلمان حرم مقدس تک پہنچ سکے، اس سے کسی چیز کا عمومی یا خصوصی طور پر مطالبہ نہ کیا جائے، سوائے اس کے جو اس کا نفس سخاوت کرے، اسے اپنی اونٹنی (سواری) پر اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو۔

یہی وہ صورت ہے، جس پر پہلی صدی کے مسلمان قائم تھے، پھر کچھ دنیوی اغراض والے لالچی پیدا ہو گئے، جن کی جرأت وجسارت یہ تو نہ ہو سکی کہ وہ صریح حرام ٹیکس کھائیں، چناں چہ انھوں نے حیلہ بنا کر اسے خوب صورت اجرت کی شکل دے دی، ایسا اس وجہ سے ہو سکا کہ علما کی قوت وطاقت غالب تھی۔

علما کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص مسجد کی درستگی کے نام پر نماز جمعہ سے مسلمانوں کو روک دے اور درستگی واصلاح کے لیے کچھ رقم دینے والے کو اجازت دے

اسی طرح حاکم پر ہر مسلمان اور بیت اللہ الحرام کے درمیان سے ہٹ جانا واجب ہے اور وہ اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کرے، تاکہ بعد میں اصلاح کے نام پر معروف طریقہ پر جو چاہے وہ مانگے، وہ یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ رقم ادا کرو، ورنہ تم نماز نہیں پڑھ سکتے، یا رقم ادا کرو، ورنہ تم حج نہیں کر سکتے، کیوں کہ اس طرح [جبر کرنا] بالاجماع جائز نہیں۔

ہم اللہ سبحانہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ فاضل جلیل، علامۂ کامل، جن کے دل کو اللہ تعالی نے روح القدس سے بھر دیا ہے، جس کی وجہ سے ان کی زبان سے حکمت جھڑ رہی ہے، سدد اللّٰہ خطاہ، مولانا، شیخ محمد عبد العلیم صدیقی اس مسئلہ کو لے کر کھڑے ہوئے اور پوری امت مسلمہ اور پہلا گھر جسے عبادت کے لیے بنایا گیا اس کے درمیان کی رکاوٹوں کو دور کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔

بلاشبہ حرم اللہ کا حرم ہے، روے زمین کے ہر مسلمان کا اس میں بحیثیت مسلمان حصہ ہے اور جس شخص نے دو مسلمانوں میں اس کی وجہ سے تفریق کی تو اس نے الحاد کیا اور اس نے ﴿سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ﴾ پر عمل نہیں کیا۔

اللہ رب العزت صدیقی صاحب اور ان تمام افاضل علما کو جزاے خیر عطا فرمائے، جو اس کار خیر میں ان کے شریک ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾. [پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰]

ترجمہ: ”تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کی ہدایت کے لیے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو“۔

اللہ تعالی روے زمین کے مسلم حکام اور مسلمانوں کو اس معاملہ کو اسی طریقے پر پھیرنے کی توفیق عطا فرمائے، جس سے اللہ اور اس کے رسول راضی ہوں، جس پر پہلی صدی کے مسلمان قائم تھے اور حکم اولاً و آخراً اللہ ہی کے لیے ہے۔

تقریظ

فاضل نبیل، عالم جلیل، شیخ حسن البناء، صدر- جماعت الاخوان المسلمین، مصر۔

الحمدلله رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد، وعلی آله، وصحبه، ومن دعا بدعوتهم، وعمل بسنتهم إلی یوم الدین.

حمد وصلاۃ کے بعد!

ہر زمانے اور علاقے میں علمائے کرام دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے آئے ہیں اور اللہ تبارک وتعالی کی بارگاہ میں ان سے سوال کیا جائے گا:

﴿یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ﴾. [پارہ ۱۹، سورۃ الشعراء، آیت: ۸۸، ۸۹]

ترجمہ: ''جس دن نہ مال کام آئے گا، نہ بیٹے، مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا قلب سلیم لے کر''۔

﴿وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِیۡثَاقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتَابَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکۡتُمُوۡنَهٗ﴾. [پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۸۷]

ترجمہ: ''اور جب اللہ تبارک وتعالی نے ان سے عہد لیا، جنھیں کتاب دی گئی کہ وہ ضرور بالضرور لوگوں کے سامنے حق بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں''۔

جس نے اللہ کے عطا کردہ علم کو چھپایا، اسے اللہ قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائے گا، اللہ تبارک وتعالی امتوں کا امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور بھلائی کی دعوت کے جذبۂ شوق سے موازنہ فرماتا ہے، تو یہ امت جو لوگوں کی ہدایت کے لیے ظاہر کی گئی اسی وجہ سے بہترین امت ہے اور وہ امت جو داؤد اور عیسی بن مریم کی زبان پر ملعون ہے، اس وجہ

ہو جائے۔

حج اللہ تبارک وتعالی کے فرائض میں سے ایک فرض اور ارکانِ دین میں سے ایک اہم رکن ہے، حکام اور سلاطین خواہ وہ حرمین شریفین میں ہوں، یا کسی دوسرے اسلامی ملک میں ان پر واجب ہے کہ وہ حج اور عمرہ کرنے والے مسلمانوں کی آسانی کے لیے جدو جہد کریں، اس فریضہ کی ادائیگی کی راہ میں آنے والی ہر دشواری کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں اور ہر طرح اس فریضہ کی ادائیگی کی مسلمانوں کو ترغیب دیں:

﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾. [پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۲۸]

ترجمہ: ''تا کہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں، اس پر کہ انھیں روزی دی بے زبان چوپائے''۔

جو ٹیکس حجاج کرام، معتمرین اور مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زائرین پر عائد کیا جا رہا ہے، یہ اللہ کے بندوں کے لیے حج، عمرہ اور زیارت سے سب سے بڑی رکاوٹ ہے، خاص طور پر اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہنے اور اللہ کے فرائض کی ادائیگی پر حریص فقرا کے لیے، جنھیں ناواقف سوال کرنے سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتے ہیں۔

تو یہ علما وفضلا جنھوں نے اپنے فتاوی جات کے ذریعے اس ٹیکس کے متعلق حکم الٰہی کی وضاحت فرمائی، جو کہ اس رسالہ میں جمع کیے گئے ہیں اور مسلمان ارباب حل وعقد کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ اس ٹیکس سے باز آ جائیں اور لوگوں کے لیے عبادت میں آسانی پیدا کریں، خصوصاً اس وقت کہ اللہ تعالی نے اس جزیرے کو قدرتی وسائل اور معدنیات کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔

اس بات پر شکر گزار ہیں کہ انھوں نے داعی حق کی آواز پر لبیک کہا اور شریعت سمحہ کے حکم کو واضح طور پر بیان کیا، اللہ تعالی انھیں اسلام اور امت مسلمہ کی طرف سے بہترین بدل

اطاعت وفرماں برداری کو نافذ کرنے اور احکام کی پیروی کرانے کا اختیار ہے، تاکہ ان کے لیے خوش خبری ہو:

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهُ أُوْلَئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُوْلَئِكَ هُمْ أُوْلُو الْأَلْبَابِ﴾. [پارہ ۲۳، سورۃ الزمر، آیت ۱۷، ۱۸]

ترجمہ: ''تو تم میرے بندوں کو خوش خبری سنا دو، جو کان لگا کر بات سنتے ہیں، پھر اس کی بہتر بات کی پیروی کرتے ہیں، وہی لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور وہی عقل مند ہیں''۔

حسن البناء

دار الاخوان المسلمین، قاہرہ

جمادی الآخرہ، ۱۳۶۶ھ

❁❁❁

بسم الله الرحمن الرحيم، والصلاة والسلام على أشرف الخلق أجمعين، ورضي الله -تبارك وتعالى- عن الصحابة والتابعين.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ تعالی نے اپنے فضل عظیم سے حضرت، صاحب فضیلت، عالمی اسلامی اسکالر شیخ عبدالعلیم صدیقی کو دنیا کی خواہشات سے نکالتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کے مصالح ومفادات کے لیے سعی کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

چنان چہ آپ نے اپنی زندگی کو علمی تحقیق وتمحیص اور ہر اس چیز کی چھان بین کے لیے وقف کر دیا ہے، جس کے ذریعے لوگوں کی زندگی بھلائی کی طرف موڑ سکیں، مذہبِ اسلام پر لگے ہوئے بے جا الزامات، شکوک وشبہات کو دور کر سکیں اور بہتان تراشیوں سے مدافعت کرتے ہوئے مسلمانوں کو ترقی دلا سکیں اور مذہبِ اسلام کے ماننے والوں کو بلندی

کرام سے ٹیکس کو دور کرنے کے لیے لکھی گئی ہے، جس (بیت اللہ الحرام) کو اللہ تعالی نے لوگوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ اور داخل ہونے والے کے لیے امان گاہ بنایا اور اس ارض مقدس اور بابرکت شہر میں مطاف، سعی و دیگر ارکان حج و زیارت کی ادائیگی میں سبھی کو برابر قرار دیا اور یہ مساوات اور مسلمانوں کے درمیان عدم امتیاز عرفہ میں یوم عرفہ کو ایک ہی جگہ وقوف سے آشکارا ہو جاتا ہے۔

شیخ کبیر کی بے لوث قربانیوں کا میں عینی شاہد ہوں، میں نے اس مطبوعہ اشاعت کو ملاحظہ کیا تو اسے تمام ممالک، تمام شہروں اور تمام لوگوں بالخصوص حجاز کے باشندوں کے لیے صالح، نفع بخش اور بے حد مفید پایا، کیوں کہ یہ کتاب اسلام کے ارکان کی تکمیل کرنے والے مقدس اور مستحکم فریضے کی ادائیگی کی ترغیب، تحریض اور تاکید پر مشتمل ہے۔

میں نے حجازی ٹیکس کے موضوع سے متعلق اس کتاب کو قوی حجتوں، روشن براہین اور ایسے قطعی دلائل پر مشتمل پایا جو موضوع سے بڑا گہرا تعلق اور مضبوط ربط رکھتے ہیں، شیخ نے اختلافِ مسالک اور بعدِ مکانی سے قطع نظر اس موضوع پر علمائے کرام کے فقہی فتاوی، اقوال اور ان کی تحریروں کو اجمالاً و تفصیلاً جمع کیا ہے۔

ہم عالمِ جلیل شیخ صدیقی کے اخلاص کو تعریف و توصیف، شکر گزاری و تحسین کے ساتھ قلم بند کر رہے ہیں، اللہ ان کے اخلاص، توفیق اور بھلائی کے کاموں میں ان کی سعی کو قائم و دائم رکھے، مقدس فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد فرمائے اور انھیں راست روی پر رکھے، بے شک وہ بہت اچھی توفیق دینے والا اور آسانیاں پیدا کرنے والا ہے۔

مصطفی شافعی

مدرس - کلیۃ الشریعۃ

ازہر شریف

مصادرومراجع

(۱) قرآن کریم۔

(۲) ابواحمد عبداللہ بن عدی بن عبداللہ بن محمد جرجانی، الكامل في ضعفاء الرجال، لبنان، بیروت، دارالفکر۔

(۳) ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مفلح، المبدع شرح المقنع، تح: محمد حسن محمد حسن اسماعیل، لبنان، بیروت، دار الكتب العلمية، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، ط۱۔

(۴) ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری، صحیح مسلم، سعودیہ، ریاض، دار طيبة۔

(۵) ابوالسعادات منصور بن یونس بن ادریس بہوتی، شرح منتهى الإرادات، لبنان، بیروت، مؤسسة الرسالة۔

(۶) ابوالسعادات منصور بن یونس بن ادریس بہوتی، كشاف القناع عن متن الإقناع، لبنان، بیروت، دار الكتب العلمية۔

(۷) ابوالعباس شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی سعدی، الزواجر عن اقتراف الكبائر، مصر، قاہرہ، مطبعة حجازي۔

(۸) ابوالفرج نورالدین علی بن برہان، السيرة الحلبية، لبنان، بیروت، دار الكتب العلمية۔

(۹) ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی، المعجم الأوسط، مصر، قاہرہ، دار الحرمين۔

(۱۰) ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسی خسروجردی خراسانی بیہقی، السنن الكبرى، تح: محمد عبدالقادر عطا، سعودیہ، مکہ مکرمہ، مكتبة دار الباز، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

السنة،لبنان، بیروت، المكتب الاسلامي۔
(۱۳)ابوبکرعبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری صنعانی، مصنف عبدالرزاق، لبنان، بیروت، المكتب الإسلامي۔
(۱۴)ابوحامدمحمد بن محمد بن محمد غزالی طوسی، إحياء علوم الدين، لبنان، بیروت، دار ابن حزم، ۱۴۲۶/ ۲۰۰۵ء، ط۱۔
(۱۵)ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر ازدی سجستانی، سنن ابو داؤد، لبنان، بیشامون، دار الرسالة العالمية۔
(۱۶)ابوداؤدسلیمان بن داؤدفارسی بصری طیالسی، مسند أبي داود الطيالسي، تح: محمد بن عبدالمحسن ترکی، مصر، دارہجر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء، ط۱۔
(۱۷)ابوسعیدعبداللہ بن عمر بن محمد بن علی شیرازی بیضاوی، أنوار التنزيل، وأسرار التأويل، لبنان، بیروت، دار إحياء التراث العربي۔
(۱۸)ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی خراسانی نسائی، سنن نسائی، سعودیہ، ریاض، دار الحضارة۔
(۱۹)ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی مروزی بغدادی، مسند احمد، لبنان، بیروت، مؤسسة الرسالة۔
(۲۰)ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد زرعی دمشقی، كتاب الروح، لبنان، بیروت، دار الكتب العلمية۔
(۲۱)ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن عباس مکی فاکہی، أخبار مكة في قديم الدهر، وحديثه، لبنان، بیروت، دار خضر۔
(۲۲)ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی بخاری، صحیح بخاری، لبنان، بیروت، دارابن کثیر۔

التفسير الكبير، أو مفاتيح الغيب، لبنان، بیروت، دار الفكر، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء۔
(۲۵) ابوعبداللہ محمد بن یزید ربعی قزوینی، سنن ابن ماجہ، سعودیہ، ریاض، دار الحضارة۔
(۲۶) ابوعبداللہ محمد خرشی، شرح الخرشي على مختصر خليل مع حاشية العدوي، مصر، قاہرہ، المطبعة الخيرية الجمالية۔
(۲۷) ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ سلمی ترمذی، جامع الترمذی، لبنان، بیروت، دار الغرب الإسلامي۔
(۲۸) ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بغوی شافعی، تفسیر معالم التنزیل، سعودیہ، ریاض، دار طيبة۔
(۲۹) تقی الدین ابوالبقا محمد بن احمد بن عبدالعزیز فتوحی، معروف بہ ''ابن النجار''، منتهى الإرادات في جمع المقنع مع التنقيح وزيادات، لبنان، بیروت، مؤسسة الرسالة۔
(۳۰) درء النحس عن الأخذ على الأحكام المكس، تلاش بسیار کے باوجود دست یاب نہ ہوسکی۔
(۳۱) شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد طیبی، شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، لبنان، بیروت، دار الكتب العلمية۔
(۳۲) شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز ذہبی، سير أعلام النبلاء، لبنان، بیروت، مؤسسة الرسالة۔
(۳۳) شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز ذہبی، كتاب الكبائر، لبنان، بیروت، دار الندوة الجديدة۔
(۳۴) شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی، المنهل العذب الروي في ترجمة قطب الأولياء النووي، سعودیہ، مدینہ منورہ، دار التراث۔

(۳۶) شہاب الدین احمد بن محمد بن حجر ہیتمی، تحفة المحتاج بشرح المنهاج، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیة۔
(۳۷) عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ دہلوی، لمعات التنقیح في شرح مشكاة المصابیح، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیة۔
(۳۸) علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر شیحی، معروف بہ ''خازن''، لباب التأویل في معاني التنزیل، تح: عبد السلام محمد علی شاہین، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیة، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء۔
(۳۹) علی بن سلطان محمد قاری ہروی، معروف بہ ''ملا علی قاری ہروی''، إرشاد الساري إلی مناسك القاري، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیة۔
(۴۰) فتاوی الشیخ محمد بن سلیمان الکردي، مطبع ندارد۔
(۴۱) محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین دمشقی، رد المحتار علی الدر المختار، سعودیہ، ریاض، عالم الکتب۔
(۴۲) محمد راغب بن محمود بن ہاشم طباخ حلبی، إعلام النبلاء بتاریخ حلب الشهباء، تح: محمد کمال، شام، حلب، دار القلم العربي، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، ط ۲۔
(۴۳) محمد طاہر صدیقی فتنی، مجمع بحار الأنوار في غریب التنزیل، ولطائف الأخبار، بھارت، حیدر آباد (دکن)، دائرة المعارف العثمانیة، ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء۔
(۴۴) محمد عرفہ دسوقی، حاشیة الدسوقي علی الشرح الکبیر، مصر، قاہرہ، دار إحیاء الکتب العربیة، عیسی البابي الحلبي۔
(۴۵) ملا احمد جیون امیٹھوی، التفسیرات الأحمدیة في بیان الآیات الشرعیة، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیة۔

❁❁❁